جلد : 12 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران) | شوال : 1439ھ
شمارہ : 07 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر) | جولائی : 2018ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین و گرافکس	ثاقب نذر

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 500 روپے	قیمت فی شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-7630863

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net
Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلۡكَلِمَةُ الۡحِكۡمَةُ ضَالَّةُ الۡمُؤۡمِنِ فَحَيۡثُ وَجَدَ هَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	مقامِ محمدی ﷺ	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	10
5	سیکولر اور مذہبی تعلیم کے بنیادی تصورات	محمد دین جوہر	23
6	آنکھوں کی خیانت	غلام قادر ہراج	31
7	اہل قلم سیمینار سے خطاب	پروفیسر حسن محمود اقبال	36
8	حیاء باطنی زندگی کا دوسرا نام ہے	حافظ عطاء الرحمٰن	43
9	پھر سوئے حرم لے چل	محمد منظور انور	49
10	باطل کی یلغار	محمد فہیم	54
11	دورۂ ترجمۃ القرآن رپورٹ	انجینئر عبداللہ اسماعیل	57
12	تبصرہ وتعارف کتب		59

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سُورَةُ البَقَرَة

سورۃ البقرۃ حجم کے اعتبار سے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن کا ذروۂ سنام یعنی کلائمکس قرار دیا ہے (اَلْبَقَرَۃُ سَنَامُ الْقُرْآنِ وَ ذُرْوَتِہٖ۔ مسند احمد)۔ اس سورت کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پہلا حصّہ اٹھارہ رکوعوں پر مشتمل ہے جن میں ابتدائی چار رکوع تمہیدی ہیں، پھر دس رکوعوں میں اصل روئے سخن اُمّتِ سابق یہود کی طرف ہے، جو اُس وقت تک زمین میں افضل اُمّت ہونے کی حیثیت رکھتے تھے لیکن انھوں نے اپنی بداعمالی کی وجہ سے اپنے آپ کو اس مقام کا نااہل ثابت کیا، گویا ان پر فردِ جرم عائد کی گئی ہے کہ ہم نے تم پر یہ احسانات کیے، تمہارے اوپر یہ رحمتیں ہوئیں لیکن تمہارا طرزِ عمل یہ ہے جس کی بنا پر اب تم معزول کیے جا رہے ہو۔ پھر چار رکوع تحویلی ہیں جن میں ایک نئی اُمّت، اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فضیلت کے مقام پر فائز کیے جانے کا بیان ہے۔ دوسرے حصّہ میں، جو دوسری اُمّت قائم ہوئی ہے یعنی اُمّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس سے خطاب ہے اور احکامِ شریعت کا بیان ہے۔ یہ حصّہ بائیس رکوعوں پر مشتمل ہے۔

الٓمّٓ O ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ

الم، یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں

(کہ یہ کتاب اللہ ہے)

هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ O

(اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے رہنمائی ہے

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ O

اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ پر کتاب نازل ہوئی

اور جو آپ سے پہلے (پیغمبروں پر) کتابیں نازل ہوئیں

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ O

اور آخرت کا وہ (بالخصوص) یقین رکھتے ہیں

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

یہی لوگ اپنے پروردگار (کی طرف) سے ہدایت پر ہیں

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

اور یہی نجات پانے والے ہیں

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیمُ

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، لَیُوْشِکَنَّ أَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلاً، فَیَکْسِرَ الصَّلِیبَ، وَ یَقْتُلَ الْخِنْزِیرَ، وَ یَضَعَ الْجِزْیَۃَ، وَ یَفِیضَ الْمَالُ حَتّٰی لاَ یَقْبَلَہٗ أَحَدٌ، حَتّٰی تَکُونَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرًا مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیھَا،

(بخاری، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! عنقریب (حضرت عیسیٰ) بن مریم (علیہ السلام) تم میں نازل ہوں گے، حاکم وعادل بن کر، پھر وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے۔ اور مال اتنا عام ہوجائے گا کہ کوئی اس کو (دینے والے سے) قبول نہیں کرے گا اور ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوجائے گا۔

حرفِ آرزو

زندگی در جستجو پوشیده است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

مسلمانانِ پاکستان کی احکامِ خداوندی کے نفاذ سے مسلسل بدعہدی، الیکشن جولائی 2018ء اور مکافاتِ عمل اجتماعی توبہ کی ضرورت

انجینئر مختار فاروقی

- مسلمان ہونا ـــــ بہترین انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل غیر مشروط وفاداری کا عہد و پیمان کر کے اس کو بہر صورت (AT ANY COST) نبھانے کا نام ہے۔ آج ہم مسلمان ـــــ ایک مثالی مسلمان (یا مُجوّز پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے مردِ مومن اور شاہین) کا نقشہ تو کیا پیش کریں گے ہماری اکثریّت اچھّے انسان کے 'معیار' پر بھی پورے نہیں اُترتے۔ اخلاقیات میں ہماری اکثریّت انسان نہیں حیوان ہے۔ معاشی اور مالی معاملات میں ہم نے پیسہ، مال، عزت، عہدہ، معیارِ زندگی (STATUS) کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے اوراسی کے حصول میں دوسروں سے آگے نکلنے کی ہوس کا شکار ہیں۔ حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے مطابق آج ہم غلام رسول، غلام نبی اور غلام مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام والے ہونے کے باوجود روپے پیسے کے پجاری اور غلام ڈالر اور عبدالدرہم وعبدالدینار ہیں۔
- ہم زندگی گزارنے کے اصولوں اورانسانی حقوق کے اسلامی تصوّرات سے تہی دست ہیں ہماری اکثریت قرآن مجید کی سورۃ الجاثیہ میں وارد کے مطابق ﴿اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ ﴾(بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے) کا مصداقِ کامل

ہیں۔ اپنی ہر خواہش کی پیروی ہمارا دین اور من مانی کرنا ہمارا MOTTO اور منشور ہے۔

- اللہ تعالیٰ انفرادی سطح پر بُرے انسانی طرزِ عمل اور لغزشوں سے درگزر کرتا رہتا ہے اور پردہ پوشی بھی فرماتا ہے کہ اس کا حساب قیامت کے دن ہونا ہے مگر اجتماعی سطح کے اخلاقی اور مالیاتی جرائم، اختیارات کا ناجائز استعمال، دین اسلام سے غداری و بدعہدی اور بالخصوص نظریاتی سطح پر دین سے لاتعلقی اور دین دشمنی پھر اللہ کے دین کو نافذ نہ کرنا، سود جیسی لعنت کو گلے لگانا، یا 'ختم نبوت' جیسے اہم اور بنیادی عقیدے سے کھیل اور مذاق (کھلواڑ) کا عمل تو یقیناً ناقابل معافی جرائم کی فہرست میں آتے ہیں۔ ان جرائم کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری ردّ عمل (عذاب) کو للکارنا ہوتا ہے۔

- ہماری گزشتہ حکومت نے 2016ء میں صرف یورپی یونین سے تجارتی مفادات کے لیے +GSP کا درجہ (STATUS) حاصل کرنے کے لیے سزائے موت کو ختم کرنے کا عندیہ دیا جس کا فوری نتیجہ 'آسیہ بیگم' کی رہائی تھی*۔ اسی طرح کے اقدامات 2017ء میں بھی ختم نبوت سے 'کھیل اور مذاق' کے انداز میں حلف نامہ میں تبدیلی کے عنوان سے کیے گئے۔ بقول علامہ اقبال

فطرت اَفراد سے اِغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

ہمیں ختم نبوت کے ساتھ اس 'مذاق' کی تفصیلات معلوم نہیں مگر یہ 'اقدام' شوخی، دھوکہ دہی اور 'غیر اللہ' (USA یا UNO) کی اشیر باد حاصل کرنے کی بنیاد پر ہی کیے گئے تھے۔ ہمیں اس سے بھی غرض نہیں کہ ان اقدامات کے بعد تلافی مافات کے ضمن میں کیا کیا کوششیں ہوئیں؟ کیا ظاہر کیا گیا؟ اور کیا چھپایا گیا؟ تاہم ہمیں قرآن مجید اور احادیث کے مطالعے سے جو بات سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ کے ایوانوں میں اس شیطانی کھیل کا جو ممبران بھی حصہ بنے (اور چند باہر کے کھلاڑی بھی اس شیطانی کھیل کے اثرات پر مٹی ڈالنے والوں میں شامل تھے) وہ ایوان کے ماتھے پر لکھے 'کلمۂ اسلام' سے غداری کے مرتکب ہوئے ہیں اور

---

* https://dailytimes.com.pk/192213/eu-remembers-asia-bibi/

قدرت ان کا گناہ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

◐ اب نئے الیکشن سر پر ہیں، فیصلہ عوامی ووٹوں سے ہونا ہے لیکن ـــــ بالفرض وہ ارکانِ اسمبلی جنھوں نے اس شیطانی کھیل میں حصہ لیا ـــــ عوام کسی دھونس، دھاندلی، دھوکہ اور حرام کی دولت کے بل پر ضمیر فروشی کے ذریعے دوبارہ انھیں ممبرانِ اسمبلی کو لے آتے ہیں تو مسلمانانِ پاکستان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسنے میں عالم اسباب میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جائے گی۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ

◐ ہم مسلمانانِ پاکستان کے ووٹ دینے کے معیارات بھی نرالے ہیں۔ مسلمانوں کی غالب اکثریت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دلدادہ اور ان کے تذکروں پر آنسو بہاتی ہے مگر ووٹ دیتے وقت 'یزید' سے بھی کئی گنا زیادہ بُرے، کرپٹ، سودخور، اربوں روپے کے نادہندہ، کروڑوں کے قرض معاف کرنے والے، سارے شرعی عیبوں والی زندگی کے حامل نمائندوں کو ووٹ دے کر مطمئن نظر آتے ہیں۔ آئینی طور پر اس معیار کو فروغ دینے کے لیے 'صادق' اور 'امین' کے الفاظ اختیار کیے گئے تھے۔ ہمارے معزز سابقہ قومی اسمبلی کے اکثر نمائندوں کو یہ الفاظ 'گالی' محسوس ہوتے ہیں۔

مزید برآں قومی اسمبلی (اور سینٹ) ایک قانون ساز ادارہ ہے اس میں پہنچے والے نمائندوں کا ایک معیار مطلوب ہے جو صادق اور امین سے کہیں بڑھ کر قانون کی تعلیم اور اسلامی قانون سے واقفیّت کا متقاضی ہے۔ مگر 'امریکی آسمان' سے اُترنے والی شیطانی 'وحی' کا کیا کیا جائے کہ اب 'خواجہ سرا'، فلم سٹار، گویّے، ناچ گانے کا 'دھندا' کرنے والے بھی ایوان میں پہنچیں گے۔ بادیٔ النظر میں لگتا ہے کہ اب قومی اسمبلی میں 'یہی کام' ہونے ہیں جس کے لیے انہیں شعبوں کا EXPERTISE جمع کرنا مقصود ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ

◐ اللہ کے عذاب کی سب سے گھناؤنی صورت باہمی خانہ جنگی ہے، جو اس ملک پر منڈلا رہی ہے۔ اجتماعی نہ توبہ کرنے پر یہ عذاب اسی الیکشن کے نتیجے میں آ جائے یا مؤخّر ہو کر چند سال بعد آئے یقیناً آئے گا ضرور۔ ایک طرف امریکی نمک خوار ہوں گے جو امریکی مفادات کی حفاظت کے لیے سربکف ہوں گے تاکہ وہ نمک حلالی کر سکیں اور دوسری طرف

مملکت خداداد پاکستان کے حقیقی مقاصد کے فروغ کے خواہش مند مخلص نہتے مسلمان ہوں گے اور یہ طبقہ اپنے رب کا دیا ہوا نمک کھا کر اس ملک پر ستر سال سے مسلّط حزب الشیطان کے نمائندوں سے 'حق' کی خاطر لڑ رہا ہوگا۔

◐ اس خانہ جنگی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں مگر مکافاتِ عمل کے قرآنی اصولوں کے مطابق اس خانہ جنگی کے نتیجے میں ملک کی بنیادیں مضبوط ہوں گی آسمانی مداخلت (DIVINE INTERVENTION) سے 70 سال سے جاری امریکی منحوس شیطانی کھیل کی بساط لپیٹ دی جائے گی یہ ملک اپنے قیام کے مقاصد کی طرف لوٹ جانے کا سفر تیزی سے طے کر کے 'منزلِ مراد' کے قریب ہو جائے گا، ان شاءاللہ۔

یہ 70 سالہ امریکی سرپرستی کا ہی فیض ہے کہ قیامِ پاکستان کے وقت پاکستانی ایک روپیہ سے ڈیڑھ ڈالر خریدا جا سکتا تھا اور اب ایک ڈالر کے عوض 130 کے لگ بھگ پاکستانی روپے درکار ہوتے ہیں اور ہمارا ملک 10,000 ارب یا 100 کھرب روپے کا مقروض ہے۔ اللہ کا در چھوڑ کر (لیاقت علی خان کے بعد) ہمارے حکمرانوں کی امریکی ایوانوں میں سجدہ ریز ہونے کی پالیسی کا یہ کڑوا پھل دنیا میں ہی ہمارے سامنے ہے۔ آخرت میں اس کی دوسری اور آخری قسط بھی حکمران لازماً وصول کریں گے۔

قَالَ اللّٰہُ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ
اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا

مسلمانو!...... اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں
(اور ذِمّہ داری کے منصب) اہلِ امانت کے سپرد کرو
القرآن (58:04)

مقامِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور اپریل 2018ء)

علامہ اقبال مرحوم نے یہ اشعار اپنے متعلق لکھے تھے' مگر ان سے زیادہ یہ مجھ پر صادق آتے ہیں:

چوں بنامِ مصطفیٰؐ خوانم درود   از خجالت آب می گردد وجود
عشق می گوید کہ اے پابند غیر   سینۂ تو از بتاں مانند دَیر
چوں نداری از محمدؐ رنگ و بو   از درودِ خود میآلا نامِ او

(جب میں اپنے آقا حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھتا ہوں تو شرمندگی سے میرا وجود پانی پانی ہوجاتا ہے۔عشق (ایمان) کہتا ہے کہ اے غیر کے غلام! تیرا سینہ بتوں کی وجہ سے بت خانے کی طرح ہوگیا ہے۔ جب تک تو محمد ﷺ کے سیرت واخلاق کواختیار نہیں کرتا اپنے درود سے اُن ﷺ کے پاک نام کوآلودہ نہ کر۔)

میں اسی لیے سیرۃ النبی ﷺ کے جلسوں میں تقریر کرنے سے گریز کرتا ہوں کہ میرے اندر نہ تو آپؐ کا رنگ ہے' نہ آپؐ کی بو ہے۔لیکن میں نے اس جلسے میں تقریر کے لیے' اپنے آپ کو بمشکل آمادہ کیا ہے۔محض اس لیے کہ میں اپنی قوم کے نوجوانوں کواس انقلاب سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جوآپ ﷺ نے برپا کیا۔

من کہ نومیدم ز پیرانِ کہن   دارم از روزے کہ می آید سخن

(میں قوم کے بڑوں (مقتدر اور مراعات یافتہ طبقہ) سے کسی نصیحت سننے اور اصلاح قبول کرنے مایوس ہوں

اب (آج نوجوانوں سے) ہم کلام ہوں شاید بات سمجھ آجائے)

اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سمجھانے کی اور نوجوانوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دنیا کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ یہ بھی ہے کہ دنیا کے تمام بڑے مذاہب اور تمام بڑے فلسفے (مدارسِ فکر) ساتویں صدی قبل مسیح سے لے کر چھٹی صدی عیسوی کے آخر تک پیدا ہو گئے۔ اور جب یہ تمام فلسفے اور مذاہب (۷۰۰ق م تا ۶۰۰ء) پیدا ہو چکے تو ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں یعنی ۶۱۰ عیسوی میں ایک نبی اُمی ﷺ نے قرآن پیش کر کے (۱) ساری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور (۲) ساری دنیا کو چیلنج بھی کر دیا۔ (۳) ساری دنیا میں ایک حیرت انگیز اور اس کے ساتھ سب سے بڑا مذہبی، ذہنی اور سیاسی انقلاب بھی برپا کر دیا۔ (۴) بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کر دیا تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ (۵) اور تمام بنی آدم کو دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حریت، اخوت اور مساوات کے اصولِ سہ گانہ کی نعمت سے بہرہ اندوز کر دیا۔ (۶) خدا، انسان اور کائنات کے ربط باہمی کو منطقی بنیادوں پر قائم کر کے ترقیٔ دارین کا دروازہ کھول دیا۔ اور ان حقائق سہ گانہ کی بنیادوں پر ایسے تمدن، ایسی تہذیب اور ثقافت کا قصر رفیع تعمیر کیا جس کی نظیر چشم انسان تو کیا چشم فلک نے بھی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ (۷) خلاصۂ کلام اینکہ اس نبیٔ امی ﷺ نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں نئی زمین پیدا کر دی، نیا آسمان پیدا کر دیا اور انسانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی (جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں) جو دن کو گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے تھے، جبکہ رات میں اپنے آنسوؤں سے زمین کو سیراب کرتے تھے اور اپنے سجدوں سے زمین کو رشکِ افلاک بناتے تھے۔ جن کی تسبیح و تہلیل پر فرشتوں کو رشک آتا تھا، جن کی شانِ عفت پر حوریں رشک کرتی تھیں، اور جن کے غض بصر پر حمص کی عیسائی عورتوں نے، جو انہیں دیکھنے کے لیے بن سنور کر بالاخانوں میں بیٹھی ہوئی تھیں، بے اختیار یہ کہا تھا کہ: ''یہ مسلمان انسان نہیں ہیں، فرشتے ہیں!'' اس لیے کہ ان کے سپہ سالار امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان کو ہدایت کر دی تھی کہ تمہارے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین کے لیے یہودی اور عیسائی عورتیں سولہ سنگھار کے ساتھ نکلی ہیں، اس لیے تم اپنی نگاہیں نیچی رکھنا، کسی عورت کی طرف مت دیکھنا۔

یہ بات بھی لائقِ توجہ اور قابلِ غور ہے کہ بعثت نبویؐ یا نزولِ قرآن کے بعد سے آج تک نہ تو دنیا میں کوئی نیا مذہب پیدا ہوا ہے اور نہ نیا مدرسۂ فکر (school of philosophy)۔ بظاہر نئے فلسفے قدیم فلسفوں کی جدید تعبیرات ہیں۔ اگر وقت ہوتا یا مجھ میں دماغی طاقت ہوتی تو میں دو تین گھنٹے میں اس دعوے کو مبرہن کر دیتا۔ تاہم اربابِ علم کے تفنّنِ طبع کے لیے صرف تین مثالیں دیے دیتا ہوں:

(۱) میک ٹیگر یٹ نے کہا: Ego is real, God must go مگر اس سے دو ہزار سال پہلے سانکھ درشن اور جین دھرم نے یہی بات کہہ دی تھی۔ میک نے پرانی شراب کو نئی بوتل میں بھر دیا ہے۔

(۲) ہرل نے کہا: صرف مظاہر موجود ہیں‘ مگر ان کی پشت پر کوئی حقیقت بھی ہے؟ اسے نہ ہم جانتے ہیں نہ جان سکتے ہیں۔ لیکن اس سے دو ہزار سال قبل ناگارجن نے یہی بات کہہ دی تھی‘ جو بودھ دھرم کے چوتھے فلسفیانہ اسکول Nihilism کا سب سے بڑا شارح ہے اور منطقی موشگافیوں کے لحاظ سے عصر حاضر میں اگر کوئی اس کا صحیح مدمقابل ہے تو بریڈلے ہے۔

(۳) ہیگل کی Absolute Idealism کا بڑا شہرہ ہے‘ مگر شری ولبھ اچاریہ نے پندرھویں صدی میں اس کی بہتر تعبیر پیش کر دی تھی۔ بس یہ تین مثالیں کافی ہیں۔

میں نے اس غیر معمولی بات پر بہت غور کیا ہے اور میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں‘ جو میرا قیاس ہے‘ وہ یہ ہے کہ غالباً اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ اور مشیتِ کاملہ کی بنا پر یہ فیصلہ فرمایا ہو کہ چونکہ قرآن ابدی اور ارفع اور اعلیٰ صداقتوں کا حامل ہے اور اس میں: profoundest philosophy and highest truth پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا‘ اس لیے اسے اس وقت نازل کرنا مناسب ہوگا جب عقل انسانی اپنی انتہا کو پہنچ جائے‘ یعنی اس ذروۂ کمال پر جس سے بالاتر مقام اس کے لیے عقلاً متصور نہ ہو سکے۔ جن لوگوں نے میری طرح انڈین فلاسفی (Hinduism, Gainism and Buddhism) کا بامعانِ نظر کم ازکم پچاس ساٹھ سال تک مطالعہ کیا ہو‘ وہ یقیناً مجھ سے متفق ہوں گے کہ ہندی فلسفہ بلاشبہ فکر انسانی کی معراج ہے۔ افسوس کہ میں اس دعوے کو مدلل نہیں کر سکتا‘ کیونکہ یہ موضوعِ تقریر نہیں ہے‘ بس یوں سمجھو کہ ہندو‘ جین اور بودھ مفکرین میں ہر فلسفی نے اپنے اپنے دور میں کوسِ انا ولا غیری بجایا ہے۔ صرف ایک

فلسفی کا نام لیتا ہوں: وینکٹ ناتھ المعروف بہ ویدانت دیشک جوشری رام نوج اچاریہ کے فلسفۂ واشسٹ اَدْوَیت کا سب سے بڑا شارح ہے‘ ۱۲۶۸ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۳۷۱ء میں (۱۰۳ سال کی عمر میں) وفات پائی۔ بیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوا۔ تین سال تپس اور دھیان (مجاہدات اور مراقبات) میں بسر کیے‘ اور اسی سال تک مسلسل بذریعہ تحریر و تقریر اپنے مسلک کا منڈن اور ہندوستان کے تمام مدارس فلسفہ کا کھنڈن کرتا رہا۔ اس نے شنکر اچاریہ کے فلسفۂ اَدویت (Non-Dualism) پر ایسے ایسے شدید اعتراضات کیے ہیں کہ بڑے بڑے حامیانِ فلسفۂ شنکر کے حواس گم ہو جاتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب! جس وقت قرآن نازل ہوا تمام دنیا کے فلسفے اور مذاہب عالم وجود میں آ چکے تھے اور فکر انسانی اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا ساتویں صدی عیسوی میں یہ کتاب نازل ہوئی جو:

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است   ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود   جاں چو دیگر شد‘ جہاں دیگر شود
بامسلماں گفت جاں بر کف بنہ   آنچہ از حاجت فزوں داری بدہ

(جو بات میرے دل میں پوشیدہ ہے اسے صاف کہہ دوں کہ یہ (قرآن) کتاب نہیں (اس سے بالاتر) کچھ اور ہی شے ہے۔ جب یہ باطن میں اترتا ہے تو اندر بدل جاتا ہے اور جب اندر بدل جاتا ہے تو ساری دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ یہ مسلمان کو کہتا ہے کہ جان ہتھیلی پر رکھ اور جو کچھ ضرورت سے زائد (مال و اسباب) ہے وہ خرچ کر۔

واضح ہو کہ جو انقلاب قرآن نے پیدا کیا وہ نہ کسی فلسفے نے‘ نہ کسی مذہب نے‘ نہ کسی cult نے‘ نہ کسی تحریک نے‘ نہ کسی جماعت نے‘ اور نہ کسی فرد نے پیدا کیا ـــــ بقول ایم این رائے پیغمبر اسلام (ﷺ) نے صرف ایک انقلاب ہی برپا نہیں کیا‘ بلکہ:

"He was the greatest revolutionary the world has ever seen."

آنحضرت ﷺ کے برپا کردہ انقلاب کے سامنے لینن کا انقلاب بچوں کا کھیل نظر آتا ہے۔ لینن نے شیاطین کی فوج پیدا کی‘ جبکہ آنحضرت ﷺ نے supermen کی جماعت تیار کر دی جنہوں نے دنیا کو عدل اور امن سے معمور کر دیا۔ ملاحظہ کیجیے:

"The Historical Role of Islam"

لینن نے صرف معاشی انقلاب برپا کیا' آنحضرت ﷺ نے ہمہ گیر انقلاب برپا کیا۔ لینن نے غور وفکر کا دروازہ بند کر دیا' جبکہ

"The birth of Islam is in the eyes of a philosopher, the birth of inductive intellect in the world."

(نوٹ: رائے نے یہ بات متکلمین اسلام سے سیکھی تھی)

اب سوال یہ ہے کہ ظہور اسلام کے وقت دنیا میں مختلف النوع مذاہب بھی تھے اور فلسفے بھی اور اخلاقی ضوابط (ethical codes) بھی ـــــ تو اسلام یا قرآن کی کیا ضرورت تھی؟ پیغمبر اسلام ﷺ نے کس کمی کو پورا کیا؟ بالفاظِ دگر' قرآن کی کیا ضرورت تھی؟ یا آپ ﷺ کا کارنامہ کیا ہے؟ ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ ظہورِ اسلام یا بعثتِ نبویؐ کے وقت (ساتویں صدی عیسوی میں) دنیا میں سب کچھ تھا مگر توحید باری تعالیٰ نہیں تھی۔ قرآن نے یا آنحضرت ﷺ نے اس کمی کو پورا کیا۔ اور دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے مکمل code عطا کر دیا' جو انسان کی زندگی کے ہر شعبے پر حکمران ہے اور ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اقبال نے ان اشعار میں اسی حقیقت کو واضح کیا ہے:

بود انساں در جہاں انساں پرست　　ناکس و نابود مند و زیر دست　　(انسان پرستی)

(انسان اس جہان میں انسان پرست ہے　کمزور، کم ہمت اور مغلوب)

سطوتِ کسریٰ و قیصر رہزنش　　بندہا در دست و پا و گردنش　　(ملوکیت)

(قیصر و کسریٰ کی سطوت نے اس پر حملہ کر رکھا ہے اور اس کے ہاتھ، پاؤں اور گردن میں (اسی سطوت کے حصول کی حوس کی) زنجیریں ہیں)

کاہن و پاپا و سلطان و امیر　　بہر یک نخچیر صد نخچیر گیر　　(احباریت)

(کاہن، مذہبی پیشوا، حکمران اور امیر ہر ایک نے ایک شکار کے ساتھ سو شکار پکڑے ہیں)

صاحب اورنگ و ہم پیر کنشت　　باج برکشت خرابِ او نوشت

(بادشاہوں اور آتش کدہ کے پیروں نے　اس کی خراب کھیتی پر لگان لکھ دیا)

در کلیسا اسقف رضواں فروش　　بہر ایں صید زبوں دامے بدوش　　(کلیسائیت)

(کلیسا میں جنت فروخت کرنے والے پادری　اس کمزور شکار کے لیے جال لیے بیٹھے ہیں)

برہمن گل از خیابانش بہ برد　　خرمنش مغ زادہ با آتش سپرد　(برہمنیت اور مجوسیت)
(برہمن نے اس کے باغ سے پھول ختم کر دیے ہیں　مجوسی نے اس کے خرمن کو آگ کے سپرد کر دیا ہے)

از غلامی فطرتِ او دوں شدہ　　نغمہ ہا اندر نئے او خوں شدہ
غلامی کی وجہ سے اس کی فطرت بگڑ گئی ہے　اس کی بانسری کے اندر نغمے مر گئے ہیں۔

تا امینے حق بحقداراں سپرد　　بندگاں را مسند خاقاں سپرد
(تا کہ کوئی امانت دار حقداروں کو ان کا حق دلائے　مسندِ خاقان بندوں کے سپرد کرے)

زادنِ اوؐ مرگِ دنیائے کہن　　مرگِ آتش خانہ و دیر و شمن
(آپ ﷺ کا ظہورِ قدسی اس پرانی دنیا کی موت ہے　یعنی آتش کدہ، بت خانہ اور بت پرست کی موت ہے)

آنحضرت ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا اس کی ایک جھلک ہم ان اشعار کے ذریعے سے دیکھ سکتے ہیں:

در شبستانِ حرا خلوت گزید　　قوم و آئین و حکومت آفرید
در جہاں آئین نو آغاز کرد　　مسند اقوام پیشیں در نورد
از کلید دیں درِ دنیا کشاد　　ہمچو اوؐ بطن ام گیتی نہ زاد

(آپ ﷺ نے غارِ حرا میں خلوت اختیار کی　اور ایک قوم، آئین اور اندازِ حکمرانی دنیا کو لا کر دیا۔ دنیا میں نئے آئین کا آغاز کیا　آنے والی اقوام کی مسند کو لپیٹ دیا۔ دین کی چابی سے دنیا کا دروازہ کھولا　اس جیسا انسان روئے زمین پر کسی ماں نے نہیں جنا)

اب میں اپنے دعوے کو تاریخ مذہب کی روشنی میں مبرہن کرتا ہوں' ظہورِ اسلام کے وقت دنیا میں حسب ذیل مذاہب موجود تھے:

(ا)　شنٹو جاپان کا قومی یا قدیمی indigenous مذہب ہے' اس کا مطلب ہے: ''قومی دیوتاؤں کا راستہ!'' ان دیوتاؤں کی سرتاج سورج کی دیوی ہے۔نوٹ: سورج کی پوجا (۶۰۰ ق م) میں جاپان سے لے کر یونان تک ہوتی تھی۔ سورج کو خدا کا بیٹا (Son of God) کہتے تھے' از ہندوستان تا یونان۔ اس کے علاوہ ہر ملک میں مقامی خدا کے بیٹے معبود بنے ہوئے تھے۔ چونکہ بادشاہ سورج کی دیوی کی اولاد ہے' اس لیے اب شنٹوازم کا مطلب ہے شاہ پرستی' چنانچہ ولی عہد کو ''آفتاب کا مبارک فرزند'' کہتے ہیں۔ آج کل شنٹو مجموعہ ہے:

(شاہ+ فطرت+اسلاف پرستی) کا۔توحیدالٰہی کا دور دور تک نشان نہیں مل سکتا۔

(۲) تاؤازم (Taoism) کا بانی لاؤزی (Lao-Tse) تھا جو کنفیوشس کا ہم عصر تھا۔(تاریخ ولادت ۶۰۴ ق م)اس کی تصنیف کا نام ''تاؤ ٹے کنگ'' ہے جو اس مذہب کی مقدس الہامی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ Tao کا لفظی معنی ہے راستہ یا طریق۔

The Absolute in itself is unknowable.

آگے چل کر شرک اور بت پرستی، خانقاہیں، توحید غائب ہوگئی اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا شروع ہوگئی۔تم کائنات کو اپنی مرضی سے ہم آہنگ نہیں کر سکتے، اس لیے تم خود حالات سے ہم آہنگی پیدا کرلو۔

(۳) کنفیوشس (۵۵۱ تا ۴۷۳ ق م) اس نے اخلاقی اور سیاسی نظام پیش کیا۔ان تینوں مذاہب میں توحیدِ ایزدی کی تعلیم نہیں ہے۔شخصیت پرستی اور بت پرستی عام ہے۔

(۴) ہندودھرم میں شرک بھی ہے، توحید بھی ہے، لیکن بت پرستی عام ہے۔ساتویں صدی عیسوی میں عام ہو چکی تھی۔(توحید افراد میں تھی، قوم مشرک تھی۔)

(۵) جین دھرم اور

(۶) بودھ دھرم میں خدا کا انکار ہے۔

(۷) Zor میں یزداں اور اہرمن یعنی توحید کے بجائے ثنویت(Dualism) ہے۔

(۸) مانی کا مذہب مختلف مذاہب کا مجموعہ ہے۔ اس کی بنیادی تعلیم توحید نہیں ہے بلکہ matter is evil ، لہٰذا مقصودِ حیات ترکِ دنیا ہے۔

(۹) مسلکِ عرفان (Gnosdicism) نصرانیت کے ابتدائی زمانے میں عیسائیوں میں ایک فرقہ پیدا ہوا تھا۔چونکہ توحید کا حامی تھا اس لیے تثلیث نے اسے ختم کردیا۔

(۱۰) مزدکیت میں خدا کا کوئی تصور نہیں تھا، صرف معاشی نظام تھا۔مزدک پہلا اشتراکی تھا۔زن، زر اور زمین تینوں مشترک۔

(۱۱) متھرازم: عیسائیت کا سب سے بڑا رقیب تھا۔''متھرا'' خدا کا اکلوتا بیٹا تھا، مصلوب ہوا، اب آسمان پر ہے۔

(۱۲) صابی۔عراق کے ستارہ پرست تھے اور انہوں نے احبار کو اربابا من دون اللہ بنالیا۔

(۱۳) یہودیت میں توحید تھی، مگر رفتہ رفتہ عزیر ابن اللہ بن گیا۔

(۱۴) عیسائیت میں بھی توحید تھی، مگر ظہورِ اسلام کے وقت ساتویں صدی عیسوی میں توحید کی جگہ تثلیث دماغوں پر حکمران تھی اور مسیح ابن اللہ تھا۔ جب خالد جانباز رضی اللہ عنہ دمشق کے دروازے پر دستک دے رہے تھے، تو عیسائی یہ بحث کر رہے تھے کہ ولادتِ یسوع کے بعد مریم virgin رہیں یا نہیں؟ یسوع انسان تھے یا خدا یا دونوں؟ متعدد فرقے اسی طرح لڑ رہے تھے، جس طرح چنگیز اور ہلاکو کے زمانے میں احناف اور شوافع، معتزلہ اور اشاعرہ، سنی اور شیعہ آپس میں لڑ رہے تھے۔

(۱۵) مجوسیت: یہ زرتشتی مذہب کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔ خدا پرستی کے بجائے آتش پرستی اور رسوم پرستی، یہ حالات تھے جب ۶۱۰ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں توحیدِ ایزدی کا علم بلند کیا۔ یہ دنیائے مذہب کا سب سے بڑا انقلاب تھا:

"Muhammad is certainly the greatest revolutionary the world has ever seen, as well as the most successful of all the religious personalities of the world."

چونکہ قرآن کے ساتھ دین کامل ہو گیا اور نعمت تمام ہو گئی اس لیے مشیت ایزدی نے دین کی روح یعنی توحید باری کو اس طرح کامل کر دیا کہ اس پر کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا، اور شرک کے تمام راستوں کو اس طرح مسدود کر دیا کہ اب کوئی شخص انتہائی کوشش کے باوجود کوئی چور دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اور میرے طویل مطالعے اور غور و فکر کی رو سے قرآن یا اسلام کا کمال بس اسی میں مخفی یا مضمر ہے:

"Nobody can improve upon the doctrine of the unity of God as profounded by the unlettered prophet of the desert."

ورنہ اخلاقی تعلیم تو سب مذاہب میں موجود تھی۔ قرآن کو اس باب میں کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ ہاں اسے یہ فخر ضرور حاصل ہے کہ اس نے شرک کی تمام ممکن صورتوں کو مٹا دیا، اور چونکہ صرف مردِ حر، توحید کے اقتضاء پر عمل کر سکتا ہے اس لیے قرآن و حدیث نے غلامی کی تمام

صورتوں کو بھی مٹا دیا۔

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں' نے گدائے رہ نشیں

کانٹ کہتا ہے کہ جب تک انسان کو حریتِ کاملہ حاصل نہ ہو وہ اخلاقی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کاش! کوئی مسلمان کانٹ کو بتاتا کہ یہ نعمت صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو دی۔ مگر سلاطین عثمانی' ترکانِ تیموری کی طرح خود اسلام سے بیگانہ تھے' بتاتا کون؟ سلیمان نے یورپ کو نہیں بتایا' اورنگزیب نے ہندوستان کو نہیں بتایا۔ انسان کی بنیادی کمزوری شرک ہے' اس لیے قرآن یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کی تمام صورتوں' یعنی شرک فی الوجود' شرک فی الذات' شرک فی الصفات' شرک فی الحکم' شرک فی العبادات' شرک فی التصرف' شرک فی التاثیر اور شرک فی الآثار کو مٹا دیا۔

جب انسان کو حریتِ کاملہ حاصل نہ ہو وہ اللہ کی عبادت نہیں کر سکتا' اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامی کی تمام صورتوں' یعنی جسمانی غلامی' ذہنی غلامی' ضمیر کی غلامی' نفس ناطقہ کی غلامی' علم (حاصل کرنے) کی غلامی' پیشے کی غلامی' رنگ' نسل اور ذات پات کی غلامی' سیاسی غلامی اور معاشی غلامی کو مٹا دیا ـــــ چونکہ بانیانِ مذاہب کو خدا بنایا گیا تھا' اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا:
﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ﴾ (الکھف:۱۱۰)

جس دین نے ساری دنیا کو ہر قسم کی غلامی سے رہائی بخشی تھی' آج اس دینِ متین کے پیرو بفضل خدا و رسولؐ ہر قسم کی غلامی میں مبتلا ہیں اور مزید کرم یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے تا ایں دم غلامی کی ہر نوع میں روز بروز شدت و غلاظت ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے شیخ ہجویریؒ کے مزار کے قرب و جوار میں ایک باورچی کی دکان بھی نہیں تھی' لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج (۱۹۷۸ء) پچاس سے زائد باورچی باسمتی کی بریانی ۴۰'۵۰ پکی پکائی دیگیں تیار لیے بیٹھے مؤمنین و موحدین قانتین کے لیے چشم براہ ہیں' اور شام تک سب بک جاتی ہیں۔ یہ داتا حضور کے فیض کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ جو آتا ہے نہ خالی ہاتھ واپس جاتا ہے' نہ خالی پیٹ۔ اور اگر آپ ماہر فن ہیں تو سلام کرنے والیوں کے طلائی زیورات بھی آپ کے ہاتھ کی صفائی کے منتظر ہیں۔

میں نے بدقسمتی سے تاریخ اسلام بھی پڑھی ہے، کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی نے آنحضور ﷺ کے مزار مبارک کو گلاب اور کیوڑہ چہ معنی، سادہ پانی سے بھی غسل نہیں دیا۔لیکن داتا کے مزار کو ہر سال منوں گلاب اور کیوڑے کے عرق سے غسل دیا جاتا ہے اور وہ غسالہ عوام تو کالانعام ہیں، خواص کے لیے بھی گویا گردِ احمر اور طوطیائے چشم بن جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ حضور ﷺ نے تو قبور کو پختہ کرنے سے بھی منع فرمایا تھا، مگر آپ ﷺ کے عاشقوں نے آپؐ کے مبلغین کے مزاروں پر ایسے ایسے فلک بوس گنبد تعمیر کیے ہیں جو میلوں دور سے زائرین با تمکین کو دعوتِ رکوع و سجود دے رہے ہیں۔اور ہم نے تو ایک مزار پر انوار، سعادت آثار کی تعمیر پر بیس کروڑ روپے سے زیادہ صرف کیے ہیں، حالانکہ ہماری قومی اور معاشی حالت اس قدر زار و زبوں ہے کہ ہم کروڑوں روپے سالانہ صرف بطور سود ادا کر رہے ہیں، اس رقم پر جو ہم نے بطور قرضہ غیر حسنہ لے رکھی ہے۔اپنے بچپن میں ''اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی!'' کی ضرب المثل سنی تھی۔ہمیں کیا معلوم تھا کہ ۱۹۷۸ء میں یہ مثل خود ہم پر صادق آجائے گی۔وہ آخر؂

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں رازے نیست کہ نیست

(اس میں مصلحت نہیں ہے کہ راز پردہ سے باہر آجائے کہ اہل حق کی محفل میں کوئی راز راز نہیں ہوتا)

خلاصۂ کلام اینکہ آنحضرت ﷺ توحید کے سب سے بڑے علمبردار ہیں لیکن آپ ﷺ کے عشاق اس وقت شرک کے سب سے بڑے حامی اور مشرکوں کے سب سے بڑے سردار ہیں۔اصلاحِ احوال کی صرف ایک ہی صورت ہے؂

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اگر تو مسلمان بن کر جینے کا خواہش مند ہے تو قرآن کے بغیر ایسا ممکن نہیں ہے)

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ یعنی مسلمانوں کو تدبر فی القرآن کی دعوت دینا۔میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھ لینے کے بعد کوئی شخص شرک کی کسی صورت کا بھی

ارتکاب نہیں کرسکتا۔ پس قرآن خود بھی پڑھو اور دوسروں کو بھی پڑھاؤ! ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال!

(جو بات پہنچانا ضروری ہے وہ میں تم سے کہہ دیتا ہوں۔ تم میری بات سے نصیحت حاصل کرو چاہے اکتاہٹ)

آنحضور ﷺ کی خصوصیات

(۱) صرف آپ ﷺ کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت ہے۔ اگر میں مناظرانہ رنگ میں یہود یا نصاریٰ یا ہنود یا مجوس سے کہوں کہ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) اور حضرت رام یا کرشن یا زرتشت کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت کرو تو چاروں دم بخود ہو جائیں گے۔

(۲) دوسری خصوصیت: آپؐ نے اپنی وفات سے قبل اپنا پیغام مکمل کتابی صورت میں اُمت کو دے دیا، جس کی Genuineness, Authentity, integrity and Purity کا اعتراف اپنے تو اپنے، دشمنوں کو بھی ہے۔ ولیم میؤر نے ۱۸۶۱ء میں لکھا تھا:

"There is no book under the sun which for the last 12 centuries has remained with so pure a text."

(۳) آپ ﷺ کی زندگی اگرچہ محدثین کی کوششوں سے محفوظ ہے، لیکن آپؐ کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حدیث کی ساری کتابیں تلف ہو جائیں تو صرف قرآن سے آپ ﷺ کی لائف مرتب ہو سکتی ہے۔ واضح رہے کہ گیتا سے شری کرشن کی لائف مرتب نہیں ہو سکتی، تورات سے موسیٰ علیہ السلام کی، زبور سے داؤد علیہ السلام کی اور انجیل سے عیسیٰ علیہ السلام کی، دھمپد سے گوتم بدھ کی اور انگ سے مہاویر کی لائف مرتب نہیں ہو سکتی۔

(۴) آپ ﷺ واحد پیغمبر یا مصلح ہیں، جس نے جو تعلیم دی اس پر خود بھی عمل کر کے دکھایا اور دوسروں سے بھی عمل کرا دیا۔

(۵) آپ ﷺ واحد پیغمبر یا رسول یا مصلح ہیں جس نے اضداد کو جمع کر دیا۔ یعنی آپ ﷺ نے

Idealism اور Realism کو جمع کر دیا
Collectivism اور Individualism کو جمع کر دیا

Communism	اور	Capitalism کو جمع کر دیا
Matter	اور	Spirit کو جمع کر دیا
دنیا	اور	دین " " "
Laity	اور	Clergy " " "
Hereafter	اور	Here " " "

(٦) آپ ﷺ کی پوری زندگی محفوظ ہے۔

(٧) آپ ﷺ نے بیک وقت تین نعماء دنیا کو دیں، یہ فخر کسی مصلح کو حاصل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ایک قوم بنائی، اسے مکمل آئین حیات دیا اور مکمل اخلاقی (Highest Ethical Ideal) نظام اور اخلاقی نصب العین دیا اور پھر بالفعل حکمران بنا دیا، تاکہ دنیا قول اور عمل میں مطابقت کا نظارہ دیکھ سکے۔

(٨) اللہ ربّ العالمین ہے، آپ ﷺ رحمۃٌ للعالمین ہیں۔

(٩) اللہ تعالیٰ کائنات پر رؤف اور رحیم ہے۔ آپ ﷺ مؤمنوں پر!

(١٠) آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی، کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے۔ آپ ﷺ کی ختمیت بقول حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ذاتی ہے، اور آپ ﷺ کی امت خیر الامم ہے۔ ﴿کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ......﴾

(١١) آپ ﷺ کی گیارہویں خوبی یا خصوصیت تعلیم یہ ہے کہ انسانی شخصیت کے تینوں پہلوؤں: علم و جذبہ و ارادہ کی یکساں تربیت (Harmonious Development) کا دستور العمل عطا کر دیا۔

(١٢) جہاد فی سبیل اللہ کو رہبانیت اسلام قرار دیا، یعنی اسلام میں ترکِ دنیا ہے، مگر وہ غار و کوہ میں خلوت نشینی کا نام نہیں ہے، بلکہ میدانِ جہاد میں اللہ تعالیٰ کے لیے ترکِ دُنیا کر دینا۔

(١٣) آپ ﷺ نے ایک لاکھ سے زائد انسانوں کو شرک اور بت پرستی، شخصیت پرستی اور اوہام پرستی سے پاک کر دیا، اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور دین اسلام کی محبت کا رنگ پیدا کر دیا۔

ہمارا فرض (حرفِ آخر)

ہمارا فرض اس وقت یہ ہے کہ ہم روحانیت اور مادیت میں امتزاج کے طریق کار (پروگرام) کو‘ جو آپ ﷺ نے ہمیں مذہب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عطا کیا‘ دنیا میں عام کردیں۔ اس کے دو فائدے ہوں گے:

(۱) ہم موردِ فضل الٰہی بن جائیں گے۔

(۲) یورپ کو اس وقت اسی نسخے کی ضرورت ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یورپ اسلام کے مطالعے کی طرف مائل ہوجائے گا۔ (بحوالہ: لارڈ لوتھین کا مشورہ‘ ۱۹۳۸ء)

استدراک

میں نے ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون لکھا تھا: قرآن مجید نے ہستیٔ باری تعالیٰ پر بھی دلائل دیے ہیں‘ اور توحید (ذات) باری تعالیٰ پر بھی۔

(ا) ہستی پر بہترین دلیل: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝۳۵﴾ (الطّور)

(ب) شرک فی الوجود کا ابطال: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ﴾ (الحدید: ۳)

(ج) توحید پر دلیل: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ﴾ (الانبیاء: ۲۲)

(د) کثرتِ ایں نقش ہا عرضِ تجلی ہائے اوست
در دو عالم غیر یک نقاش کس موجود نیست!

(دنیا میں نقوش کی نگار رنگی اس ذات حق جل شانہ کی تجلیات کا غلغلہ ہے وگرنہ کل عالم میں اسی نقش گر سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی نقش گر موجود نہیں)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں

سیکولر اور مذہبی تعلیم کے بنیادی تصوّرات

محمد دین جوہر

مرسلہ: انجینئر عبداللہ اسماعیل

تعلیم (Education) اور تعلیم عامّہ (Public Instruction) میں کوئی چیز مماثل، مساوی یا متوازی نہیں ہے۔ آج کی دنیا میں ان کے فرق پر مرتّب ہونے والے نتائج کو معلوم کیے بغیر تعلیم پر گفتگو نہ صرف بے سود ہے، بلکہ بد دیانتی کے زمرے میں داخل ہے۔ تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے جس کی بنیاد انسان کی اخلاقی آزادی ہے۔ جبکہ تعلیم عامہ ایک تنظیمی اور سرکاری عمل ہے، جس کی بنیاد طاقت اور سرمائے کی ترجیحات اور ان کا جبر ہے۔ اخلاقی اقدار تعلیم کی بنیاد ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ انسانی تشکیل کے وسائل ہیں، لیکن تعلیم عامہ (پبلک انسٹرکشن) کی اقدار خود طاقت اور سرمایہ ہیں، اور یہ تعلیم رزق کے جبر پر شہری کی تخلیق کا پروسث ہے۔ تعلیم مذہبی یا غیر مذہبی ہو سکتی ہے، لیکن تعلیم عامہ میں مذہب کا نصاب بننا طاقت اور سرمائے کے صرف ایجنڈے کے طور پر ممکن ہے۔ تعلیم عامہ اور اس کی توسیع میں طاقت اور سرمائے کی علاقائی اور بین الاقوامی قوتیں بہت زیادہ فعال ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم عامہ، اس کے تصور اور اس کے ماڈلز نے تعلیم کے ہر متبادل کو نگل لیا ہے، اور معاشرے میں اس کی گنجائش تقریباً نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔

تعلیم عامّہ/جدید تعلیم ایک نظام کے طور پر کیا ہے؟

تعلیم عامّہ یا جدید تعلیم ایک طویل سرکاری، تنظیمی اور میکانکی پروسث ہے۔ اس میں اہم

ترین یہ امر ہے کہ تعلیم عامہ دو افراد کے مابین واقع ہونے والا پروسث نہیں ہے، بلکہ ریاست کی شرائط تامہ پر یہ فرد اور ریاست کا تعامل ہے۔ یہ پروسث کئی اجزا پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر جز تصور اور طریق کار کا مجموعہ ہے، کیونکہ تعلیم عامہ کی ساخت اور اس کے نظری پہلو باہم جڑے ہوتے ہیں۔ تعلیم عامہ کا پراسث سات اجزا یا مراحل پر مشتمل ہے، یعنی:

(1) فلسفۂ تعلیم یا اصولِ تعلیم (Principles of Education/ Philosophy of Education/ Principles of the Public Instruction)؛

(2) کریکیولم (Curriculum)؛

(3) نصاب یا نصاب سازی (Syllabus/ Syllabus Design)؛

(4) تدریسیات (Pedagogy/Theories and Practices of Teaching)؛

(5) آموزش (Learning/ Theories of Learning/ Cognitive Taxonomies of Learning)؛

(6) امتحان (Examination/ Assessment/ Theories of Assessment)؛ اور

(7) استناد (Authentication/Authorization)؛

میں ان کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا، لیکن تعلیم عامہ کے یہ تمام اجزا یا مراحل ریاست اور ریاست کے بنائے ہوئے اداروں کی مکمل ذمہ داری اور ان کی پوری سپرداری میں ہیں۔ ریاست ہی تعلیم کی تھیوری اور پریکٹس (اصول اور عمل) متعین کرنے کے وسائل عاریتاً یا کرایتاً اٹھاتی ہے۔ تعلیم عامہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر ریاست قانون سازی، انتظامی ذرائع اور معاشی وسائل سے براہ راست اثر انداز نہ ہوتی ہو۔ تعلیم عامہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو کسی استاد کی ترجیحات یا شاگرد کی ضروریات پر ترتیب دیا گیا ہو۔ تعلیم عامہ کے سب اصول مغرب کی جدید ریاست کے کھنگالے ہوئے اور اس کے سارے مراحل اسی کے ڈھالے ہوئے ہیں۔ ہم حسبِ ضرورت اور حسبِ وسعتِ کشکول وہیں سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ صورت حال لارڈ میکالے کے وقت سے قائم ہے، کوئی نئی نہیں۔ یہ الگ بات کہ یہ ہمارے شعور کی سرحدوں سے پرے ہے اور اسے ہم ہاتھی کی زیارت پر جانے والے مولانا رومی کے اندھوں کی طرح ہی

دیکھ پاتے ہیں، اور یہ ہاتھی اپنے کل میں ہمیشہ نامعلوم ہی رہا ہے۔

ہمارا متداول نظام نوآبادیاتی دور سے متوارث اور جدید ہے، اور استعماری تعلیم عامہ ہی کے طے کردہ سارے اجزا اور مراحل پر مشتمل ہے۔ مثلاً ہمارے ہاں قومی تعلیمی پالیسی استعماری اور مغربی افکار کا متعفن ترین چربہ ہے۔ قومی سطح پر کارفرما ہمارا اصولِ تعلیم نقالی اور سرقہ ہے جس میں نظریٔ پاکستان کو بطور چیتھڑا ٹانکا گیا ہے۔ تعلیم عامہ کے اصول پر ہمارے ہاں بھی ایک سرکاری اور قومی کریکیولم ونگ پایا جاتا ہے اور اس کریکیولم کی روشنی میں نصاب بنانے کے لیے وفاقی اور صوبائی سطح پر سرکاری ادارے کام کرتے ہیں۔ پھر یہ نصاب سرکاری اور بڑی تعداد میں غیر سرکاری سکولوں میں حرفِ آخر کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کارپوریٹ سکولوں میں بھی جو غیر ملکی نصاب پڑھائے جاتے ہیں، وہ بھی کسی جدید مغربی ریاست ہی کی ترجیحات پر بنے ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے سکولوں میں بچے جو کچھ سیکھتے ہیں، اس آموزش کے تمام معیارات اور ان کی معنویت کا تعین بھی ریاست ہی کا اختیار ہے۔ بعدہ اس آموزش کا امتحان لینے کی ذمہ داری کا پورا نظام بھی ریاست نے وضع کیا ہے اور اسی کے انصرام و انتظام میں چلتا ہے۔ امتحان کے بعد اس مفروضہ آموزش کا استناد بھی سرکاری اختیار ہے۔ امتحانات درحقیقت اصولِ تعلیم اور کریکیولم میں طے کردہ مقاصد کی حصولیابی یا عدمِ حصولیابی کے سرکاری تعین کا طریقہ ہے۔ تعلیم عامہ کے اس وسیع و عریض پراسث میں تدریس ہی ایک ایسا مرحلہ ہے جس میں استاد اور سکول ایک نہایت جزوی اور کسری رول ادا کرتا ہے۔ اس گزارش کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ تعلیم عامہ کے وسیع تر سرکاری نظام اور اس کے فکری تناظر کو پیش نظر رکھے بغیر سیکولر اور مذہبی تعلیم کے فرق پر گفتگو کرنا نہ صرف ممکن نہیں بلکہ لغو اور بے معنی ہے، اور محض بددیانتی کی مشق ہے۔

تعلیم عامہ/جدید تعلیم بطور تصور اور عمل

گزارش ہے کہ جدید تعلیم اپنے پورے تصور میں اور پورے عمل میں جو ہیئت رکھتی ہے وہ ایک ہی مقصد اور طریق کار کے تحت ہے۔ یہ مقصد شے (thing/object) کے ساتھ بچے کے ذہن اور نفس کی نسبتوں کو قائم کر کے انہیں ممکنہ حد تک مکمل کر دینا ہے۔ تعلیم عامہ یعنی جدید تعلیم کا بنیادی ترین، اہم ترین اور واحد مقصد ''شے'' ہے۔ خارج از ذہن شے کی ظاہری ہیئت کو سمجھنا،

ایک شے کی دوسری اشیا سے ساکن نسبتوں کا تعین کرنا، اور پھر ایک خاص نظری FRAMEWORK میں اشیا کی حرکت اور حرکت اساس نسبتوں کو معلوم کرنا، ذہنِ انسانی اور نفسِ انسانی کی شے سے تجریدی اور میکانکی نسبتوں کو دریافت کر کے مستحکم کرنا، اشیا کی صورتوں اور اصول حرکت پر ان کی تغیر پذیر نسبتوں کو CONCEPT کے طور پر ذہن کا مستقل حال بنانا، اور نفسِ انسانی میں شے کی اہمیت اور قدر و قیمت کو مختلف اسالیب سے قائم کرنا جدید تعلیم کا واحد مقصد اور اہم ترین ذمہ داری ہے۔ سائنسی علوم کی تعلیم و تدریس کا واحد مقصد ٹھوس شے اور فطرت کے فریم ورک میں اشیا کی متحرک نسبتیں ہیں۔ شے سے بچے کے ذہن اور نفس کی نسبتوں کو قائم کرنے کا پورا طریق کار ذہن میں تجریدی اور عمل میں میکانکی ہے۔ مکرر یہ کہ جدید تعلیم عامہ کا اصول، طریق کار اور مقصد صرف ایک ہی ہے، اور وہ ہے ''شے'' اور اس کی میکانیات سے بچے کی ذہنی، نفسی اور عملی نسبتوں کو قائم کر کے مکمل کر دینا۔ جدید تعلیم میں سائنس کو مرکزیت حاصل ہے، اور سائنس سے مراد ہے مادی شے کو ساخت اور حرکیات میں ممکنہ تکمیل تک DEFINE کر دینا۔ جدید تعلیم طاقت اور سرمائے کی اقدار پر، سائنس کی معرف کردہ شے سے انسانی ذہن اور عمل کی تمام ممکنہ نسبتوں کو مکمل کر دینے کا پراسس ہے۔ جدید تعلیم کا اصول و عمل میں شے پر یکتائی کے ساتھ منحصر ہو جانا کسی قدر کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا۔ قدر سے انقطاع اور شے مرکز ہونا جدید تعلیم کو مکمل طور پر سیکولر بنا دیتا ہے۔

جدید سیکولر تعلیم میں شے دو پہلوؤں سے مقصود ہے، اور پورا تعلیمی عمل اسی کے مطابق ڈھالا گیا ہے، یعنی شے اپنی صورت اور ساخت میں، اور شے اپنے پورے نظامِ حرکت کے ساتھ، یعنی شے مکاں میں اور شے زماں میں اس کا واحد فوکس ہے۔ جدید تعلیم میں CONCEPT بہت اہم ہے اور CONCEPTUAL ہونا ایک بہت بڑی خوبی اور ذہین طلبا کا خاصہ شمار کیا جاتا ہے۔ CONCEPT ذہن میں پیدا ہونے والا کوئی ساکت تصویری خاکہ نہیں ہے، بلکہ یہ مادی تناظر میں شے کو اپنی ساخت اور حرکت میں بیک وقت دیکھنے کا نام ہے۔ CONCEPT متحرک ہوتا ہے اور انسانی ذہن کو مشینی اصول پر تشکیل دینے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نصابی کتاب، تنظیمی منہج اور لیبارٹری اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں، تاکہ لفظ، عدد، اور عمل مکمل

طور پر شے سے متعلق، تابع اور اس سے چپک جائے۔ جدید تعلیمی پراسث میں CONCEPT کی تشکیل کے لیے ٹھوس شے، تصویر اور عملی کام حد درجہ ضروری ہوتے ہیں تاکہ شے اپنی خرد لی جزیات کے ساتھ ذہن میں استحضار مکمل کرلے۔ جدید تعلیم شے کی ساخت اور اس کی حرکیات پر اس قدر زور دیتی ہے کہ انسانی ذہن خود ایک مشین کی طرح متحرک اور میکانکی چیز بن جاتا ہے۔ شے، صورتِ شے اور حرکت شے دنیا ہے، اور جدید تعلیم اپنے ہر پہلو میں اسی دنیا تک محدود اور اسی کے طواف میں ہے۔

جیسا کہ عرض کیا کہ جدید تعلیمی نظام میں شے اور اس کی حرکیات کو مرکزیت حاصل ہے۔ یہی پہلو آگے چل کر جدید معاشروں کو مشین کا ثمر عطا کرتا ہے۔ مشین سیاسی، معاشی، معاشرتی اور علمی لحاظ سے سرمائے اور قوت کی علامت ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو جدید تعلیم کو معاشروں کی ترقی اور بقا کے ساتھ براہِ راست متعلق کر دیتا ہے۔ ہمارے ہاں اسلامی، غیر اسلامی کی بحث جدید تعلیمی پراسث سے مکمل بے خبری میں واقع ہوتی ہے اور جدید تعلیمی عمل سے شرمناک حد تک غیر متعلق ہے۔ جدید تعلیم سے دستبرداری غلامی اور موت ہے، اور اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ سیکولر ہونا ہے۔ آج کے دور میں جو چیزیں معاشروں میں مادی ترقی اور عسکری قوت کا مدار ہیں، وہ اسی جدید تعلیم سے نہ صرف حاصل ہوتی ہیں بلکہ اس کا واحد مقصد بھی ہیں اور یہ فوکس اس قدر جامع، شدید اور وحدانی ہے کہ اقدار اور انسانی رشتے تعلیمی عمل سے از خود خارج ہو جاتے ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ رأس الخطیئة دنیا اور اس کی محبت ہے اور رأس الحسن دنیا سے لاتعلقی ہے۔ دنیا کا ظاہر مادی اشیا کا مجموعہ ہے، اور دنیا کا باطن مادے کے قوانین حرکت ہیں۔ جدید تعلیم انسانی باطن کو بھی شے اور اس کے اصول حرکت پر تشکیل دیتی ہے۔ جدید دنیا میں معاشی اور سیاسی قوت کا منبع یہی شے مرکز تعلیم ہے۔ جدید تعلیم میں شے کی مرکزیت کو تصویر کے بغیر قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔ جدید تعلیم میں شے اور تصویرِ شے بیک آن ہے، اور اس عمل میں انسان بھی اندر سے صد اجزائی متحرک تصویر بن جاتا ہے۔ اس امر کا امکان ہے کہ بھینس اور بین میں کوئی نسبتیں قائم کی جا سکیں لیکن جدید تعلیم میں شے اور تصویر پر ڈھلے ہوئے انسان اور دینی اقدار میں نسبتیں پیدا کرنا محال کے زمرے میں ہے۔ جدید تعلیم میں متن، تدریس

اور لیبارٹری شے اور تصویر شے کے گرد مستقل گردش اور بطون شے میں سفر کے ذرائع ہیں۔ جدید تعلیم بچے کو نظری اور عملی طور پر عالم صورت تک محدود کرنے کا نام ہے، جبکہ مسلمان ہونے کا معنی ہی عالم صورت کو غیب کے آئینے میں دیکھنا ہے۔ مذہبی اعتبار سے تصویر کی حرمت معلوم ہے، لیکن جدید تعلیم نام ہی شے اور تصویرِ شے کا ہے۔ ہمیں اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ شے، صورت شے اور حرکیات شے پر دسترس کے بغیر سرمائے اور سیاسی طاقت کے وسائل تک رسائی کیونکر ممکن ہوسکتی ہے؟ اس پس منظر میں اب یہ سوال اٹھانا ضروری ہے کہ مذہبی تعلیم کیا ہے اور اس کے مطالبات کیا ہیں؟

بنیادی سوال

میرا مقصد یہی سوال اُٹھانا ہے کہ مذہبی اور سیکولر تعلیم میں کیا فرق ہے اور اس کی نوعیت کیا ہے؟ اگر سیکولر اور مذہبی کا فرق معلوم بھی ہوجائے اور اس کے عملی افادات ممکن نہ ہوں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ فلسفہ آرائی ایک بے سود چیز ہے۔ لیکن افسوس کہ اس مضمون کی حد تک میں صرف فرق ہی کو زیر بحث لاسکتا ہوں۔ ضروری امر یہ ہے کہ اوّلاً سیکولر اور مذہبی تعلیم کے فرق کو بنیاد میں سمجھا جائے۔

مذہبی تعلیم کے دو بنیادی مطالبات

جدید تعلیم از اوّل تا آخر شے سے تعلق کا نظام ہے۔ بطور مسلمان ہمیں تعلیم سے دو چیزیں مزید مطلوب ہیں۔ لیکن یہ دو چیزیں اضافے کے طور پر نہیں بلکہ بنیاد کے طور پر مطلوب ہیں۔ اور یہ دو چیزیں ہیں ''لفظ سے تعلق'' اور ''ذات سے تعلق''۔ مادی انسان کی تشکیل کا سانچہ شے ہے، اور مذہبی انسان کی تشکیل کا سانچہ لفظ اور ذات ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ تعلیم میں لفظ کو مرکزیت دیے بغیر انسانی شعور میں وحی کی مرکزیت کو باقی نہیں رکھا جاسکتا اور تعلیم کو ذات سے غیر متعلق اور IMPERSONAL بنا کر کسی انسانی رشتے یا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق کا کوئی تصور بھی بچے میں پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر تعلیمی پراسث میں بچے کا ذہن اور نفس شے میں پورے کا پورا کھپ جائے، لفظ محض دھڑ کے طور پر باقی رہے اور پورا تعلیمی عمل IMPERSONAL ہوجائے تو مذہبی آدمی کی تشکیل کا امکان ہی ختم ہوجاتا ہے۔

جدید تعلیمی پراسس میں لفظ، شے کے نہ صرف تابع ہے بلکہ لفظ ایک طویل تعلیمی ڈرل سے گزرنے کے بعد شے میں پورے کا پورا کھپ جاتا ہے۔ جدید تعلیم میں لفظ شے سے فزوں تر کچھ نہیں ہے۔ جدید تعلیم میں لفظ، شے کا فضلہ ہے۔ جدید تعلیم لفظ کو پَر بریدہ بنا کر شے کے تابع کر دیتی ہے۔ جدید تعلیم کا ڈھالا ہوا لفظ زمان و مکاں کے پنجرے سے باہر پرواز کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جدید تعلیم میں لفظ کو PRECISION کا رندہ اس وقت تک لگایا جاتا ہے جب تک وہ بالکل مقداری اور میکانکی نہیں بن جاتا۔ مادی شے ادھوری اور نامکمل ہے کیونکہ زمان و مکاں میں مقید ہے، شعور انسانی سے نام/ تعریف کی محتاج ہے اور خود اپنا تعارف نہیں ہے۔ لفظ ایک مکمل شے ہے، کیونکہ خود اپنا تعارف ہے اور معنی کا محتوی ہے۔ لفظ کی پوری وجودیات اس کا زمان و مکاں کی دیوار کا چھید ہونا ہے، لیکن جدید تعلیم لفظ کو اس دیوار کی پپڑی بنا دیتی ہے۔ جدید تعلیم لفظ کو شے کی شرائط پر از سر نو تعمیر کرتی ہے، جبکہ مذہبی ہونے کا مطلب شے کو لفظ کی شرائط پر دیکھنا ہے۔ جدید تعلیم نے شے کی قدر افزائی اور لفظ کی رسوائی کو ایک پورے نظام کی شکل دی ہے۔ ہمارے بے خبر لوگوں نے رومیؒ کے اندھوں کی طرح ہاتھی کی دم پکڑی ہوئی ہے اور نصاب نصاب کا شور مچا رہے ہیں، حالانکہ ''عقبی حاصلات'' میں دفن ہونے کو ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا کہ جدید تعلیم میں شے مرکز اور IMPERSONAL ہے، اس لیے اس میں انسانی رشتوں کے تصور کو دیکھ لینا بھی ضروری ہے۔ تعلیم عامہ یا جدید تعلیم ایک تنظیمی پروسث ہے۔ ہر تنظیمی ساخت صرف دو سوالوں کے جواب میں قائم ہوتی ہے۔ تنظیمی عمل کا مقصد کیا ہوگا؟ اور یہ مقصد صرف ضرورت ہے۔ تنظیم میں کارفرما عمل کا سانچہ کیا ہوگا؟ اور یہ صرف جبری ہے۔ تنظیمی عمل کے یہ دونوں پہلو ہر اس عمل کی عین ضد ہیں جسے مذہبی عمل کہا جا سکتا ہے۔ ہر انسانی عمل رشتوں کے نظام کا حصہ ہوتا ہے۔ مذہبی تناظر میں انسانی رشتہ انسان کی اخلاقی آٹونومی کا اظہار ہے۔ تنظیم میں انسانی رشتہ ضرورت اور جبر کی ایک نئی تقویم پر قائم ہوتا ہے۔ یعنی ہر تنظیم طاقت/ اتھارٹی پر قائم کیے گئے مصنوعی اور ضرورت کے رشتوں کی ایک ساخت ہے۔ اسی طرح ہر تنظیمی عمل صرف میکانکی عمل کی انجام دہی ہے، یعنی تنظیمی عمل اخلاقی، غیر اخلاقی، حلال، حرام وغیرہ نہیں ہوتا۔ یہ قانونی، غیر قانونی، اصولی، غیر اصولی، ڈسپلن کا حامل یا عدمِ حامل ہوتا ہے۔ میکانکی

عمل سے مراد یہ ہے کہ اس کے نتائج مقداری اور قابل پیائش ہوتے ہیں۔ ہر جدید تنظیم یا آرگنائزیشن ایک خاص اصولِ طاقت اور ایک خاص اصولِ پیداوار پر بنائی جاتی ہے جس سے مکارم الاخلاق یا کوئی بھی مذہبی قدر بنیاد ہی میں خارج ہوتی ہے۔ تنظیم انسان کی فطری استعداد تعلق کی فنا پر استوار ہوتی ہے۔ ہر تنظیم میں فرد ایک پیداواری عامل کے طور کام کرتا ہے، اور وہ کسی اخلاقی وجود کا حامل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم نے استاد کو ایک FACILITATOR بنا دیا ہے، اور جو انسانی تعلق کی فنا کا حتمی اظہار ہے۔ جدید تعلیم میں لفظ کی بازیافت کے ساتھ ساتھ استاد کی اخلاقی بحالی کے بغیر کسی دینی مقصد کی تلاش عبث ہے۔ جدید تنظیم کو جبر کی بجائے استاد کی اخلاقی AUTONOMY کے ساتھ دوبارہ تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔

آخر میں جدید تعلیم کے ایک ایسے پہلو کی طرف ضمناً اشارہ کرنا ضروری ہے جو آج کی دنیا میں دہشت گردی کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔ جدید تعلیم میں شے سے تعامل کا منہج بچے کی فطرتِ ثانیہ بن کر اس کے ہر عمل میں سرایت کر جاتا ہے۔ شے سے تعامل کا منہج اپنی تاثیرات میں NIHILISTIC ہے، کیونکہ شے سے آلاتی تعامل کی وجودیات NIHILISM ہے۔ اس میں خطرناک پہلو یہ ہے کہ جدید تعلیم میں ڈھلا ہوا آدمی جب دینی اقدار و احکام سے شے کی منہج پر تعامل کرتا ہے، تو اقدار و احکام سے اس کا تعلق بھی آلاتی ہی رہتا ہے۔ ''آلاتی'' سے مراد یہ ہے کہ اقدار و احکام اس کی نفسی تعمیر اور اس کے عمل کی تشکیل کے وسائل نہیں بن پاتے، بلکہ اس کے احوال و اعمال کی جواز سازی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ NIHILISM جدید تعلیم کی پوری وجودیات ہے، اور اس میں رہتے ہوئے ایسی میکانکی شخصیت کی تعمیر ہی ممکن ہے جو سسٹم میں جگہ پا کر مفید ہو سکے۔ میکانکی شخصیت کسی ایسے AUTONOMOUS انسانی عمل کے قابل نہیں ہوتی جو اخلاقی بھی ہو۔ مذہبی اقدار و احکام سے تعلق میکانکی شخصیت کے داخلی NIHILISM کو تبدیل کیے بغیر اس کے اظہار کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور ان کی جواز سازی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ میکانکی شخصیت اور مذہبیت کا ایک اظہار دہشت گردی ہے۔ جدید تعلیم کی وجودیات سے مکمل بے خبری ہی جدید دانشوروں کو دہشت گردی اور مذہبی تعلیم میں فکری تلازمات فراہم کرتی ہے جو مکمل طور پر جعلی ہیں۔

آنکھوں کی خیانت

غلام قادر ہراج
پرنسپل (ر) جھنگ

اللہ کی محبّت اسے ملتی ہے جو غیر اللہ سے اپنا دل خالی رکھتا ہے۔ حفاظت نظر سے دل، محبّت الٰہی میں رنگ جاتا ہے۔ آنکھوں کی خیانت، دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ غیر محرم (عورت یا بے ریش مرد جسے دیکھ کر دل مچل جاتا ہو) کو پہلی بار دیکھنا غلطی ہے، دوسری بار جان بوجھ کر دیکھنا گناہ ہے، تیسری بار دیکھنا ہلاکت ہے۔

جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑ دیا، اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ نظر ہی تمام آفات کی جڑ ہے۔ یہ خیانت والی نظر پہلے وسوسہ پیدا کرتی ہے۔ وسوسہ، فکر کو وجود بخشتا ہے۔ فکر شہوت کو اُبھارتی ہے۔ شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں جب مزید پختگی آتی ہے تو فعل واقع ہو جاتا ہے اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا بشرطیکہ کوئی مانع حائل نہ ہو۔

جب اللہ ربّ العزت نے شیطان کو جنت سے نکالا تو اس نے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی جو اسے دے دی گئی وہ کہنے لگا: ''میں تیرے بندوں کے پاس ان کے دائیں طرف سے بائیں طرف سے آگے سے اور پیچھے سے آؤں گا (میں ان پر حملے کروں گا)''۔

معلوم ہوا کہ شیطان حملہ کرنے کے لیے ان چار سمتوں کے آتا ہے یعنی دائیں، بائیں آگے اور پیچھے سے۔ دو سمتیں وہ چھوڑ گیا ایک اوپر کی سمت سے اور دوسرا نیچے کی سمت سے۔ گویا اوپر

والی سمت شیطان سے محفوظ ہے اور نیچے والی سمت بھی محفوظ۔ اب ان دوسمتوں پر غور کرتے ہیں۔ اگر تم نگاہ اوپر کر کے چلو گے شیطان نہیں آئے گا مگر تم ٹھوکر کھا سکتے ہو، کنویں میں گر سکتے ہو، حادثہ ہوسکتا ہے لیکن اگر تم نگاہیں جھکا کر نیچے کی طرف دیکھ کر چلو گے تو شیطان کے چار طرفی حملہ سے محفوظ رہو گے۔ پھر دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''(اے میرے نبی ﷺ) مسلمانوں مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

اگلی آیات میں مومنات کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں مخاطب مومنین اور مومنات ہیں۔ لبنی آدم اور للنَّاس نہیں کہا گیا بلکہ فرمایا کہ ایمان والوں سے کہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کفار تو ہیں جہنمی اس کو کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر کو حفاظتِ فرج کہا ہے۔ اس نے آنکھوں کو دل کا آئینہ بنایا ہے۔ جب آدمی اپنی آنکھوں کو غلط کاموں سے جھکا لیتا ہے تو اس کا دل یقیناً شہوت اور تکمیل ارادہ کی طرف مائل نہیں ہوتا اسلام نے عورت کی اذان کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس میں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ امام نماز میں کوئی غلطی کر جائے تو مرد بلند آواز سے سبحان اللہ کہیں گے جبکہ عورتیں ایسا کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے تالی بجائیں گی۔ تاکہ نامحرم عورتوں کی آواز امام کے کانوں میں نہ پڑے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِیْلًا ''تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم زنا نہ کرو بلکہ یہ حکم دیا کہ جو طور طریقے زنا کا سبب بنتے ہیں ان سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ مثلاً: نظر بازی، حسن پرستی، آرائش حسن، عریاں منظر کشی، بے پردگی وغیرہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْر۔ ''وہ آنکھوں کی چوریوں اور جو کچھ سینے میں ہے جانتا ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہ صرف نگاہ سے نہیں، دل سے بھی سرزد ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو قلب سے معصیت یوں بھی سرزد ہوتی ہے کہ پہلے سے دیکھی ہوئی صورتیں یاد آتی ہیں، ان کے تصور سے انسان لذت محسوس کرتا ہے۔ آنکھوں سے گناہ

کی صورت میں کوئی اور بھی دیکھ سکتا ہے مگر دل کی اتھاہ گہرائیوں میں سوچنے کے عمل کو (ماسوائے اللہ تعالیٰ کے) کوئی بھی نہیں دیکھتا۔ اس سے وہی بچے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک کان، آنکھ اور دل ہر ایک شخص سے ان کے افعال کے بارے پوچھ گچھ ہوگی۔ پھر فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ تمہاری بدنگاہوں کی تمام مصنوعات سے باخبر ہے''۔

بدنگاہی کے فعل اور عمل کو یہاں صنعت قرار دیا گیا ہے۔ بدنگاہی کے بعد دل اپنی تمناؤں کی خیالی تصویر بناتا ہے۔ خیالی پلاؤ میں کبھی بوسہ لیتا ہے کبھی سینے سے لگاتا ہے گویا وہ اپنے تمام حواسِ خمسہ سے حرام لذت لینے کی کوشش کرتا ہے۔ کئی لوگ غیر محرم عورتوں اور نوعمر لڑکوں کو للچاتی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو دل میں ان کے حسین نقوش کی چھاپ لگ جاتی ہے پھر وہ اپنی خلوتوں میں خیال لا کر ان سے شہوت کے مزے لیتے ہیں۔ دل کا یہ گناہ، آنکھ کے گناہ سے شدید تر ہے۔ جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑا، اس کے غم طویل ہوگئے۔ ہر گناہ سے دل تھوڑا سا ہلتا ہے مگر بدنظری کرنے سے پورا قبلہ تبدیل ہوجاتا ہے۔

مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگ، نیک خصلت عورت کو قدامت پسندی اور دقیانوسی ہونے کے طعنے دیتے ہیں۔ مرد اپنے گھروں میں بہو، بیٹیاں، بیویاں، بہنیں رکھنے کے باوجود اپنی قوم کی بہو، بیٹیوں، ماؤں اور بہنوں کو چوراہوں، بازاروں، بس اسٹینڈوں، ریلوے پلیٹ فارموں، عام گزرگاہوں اور تماشہ گاہوں پر کھڑے ہوکر اپنا قیمتی وقت قربان کر کے شہوانی جذبات سے مغلوب، للچاتی نگاہوں سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں جیسے بھوک سے بیتاب بھیڑیے، گلّے کی بھیڑوں بکریوں کی تاک میں رہتے ہیں کہ جونہی کوئی بھیڑ بکری گلے سے علیحدہ ہو، اسے اٹھا کر بھاگ جاتے ہیں اور اپنی بھوک کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں، آئے دن زنا بالجبر کی وارداتوں کی خبریں اس افسوسناک رجحان کی توثیق کرتی ہیں۔ مگر اس کے مداوے کی صورت انتظامیہ اور عدلیہ کو نظر نہیں آتی۔

حدیث پاک میں ہے کہ جس بندے نے اس جگہ پر ایک نگاہ ڈالی جس سے اسے منع کیا گیا تھا، ایک نظر کے بدلے میں چالیس سال جہنم میں جلنا پڑے گا۔ نیز فرمایا کہ جو عورت اپنے آپ کو نامحرم کی نظر سے بچائے گی، دوزخ کی آگ اس کو نہ جلائے گی۔ جو عورت اپنے آپ کو نامحرم کے آگے کرے گی، حسن و آرائش کر کے اسے دکھائے گی، بے حیائی سے اس پر نظر ڈالے

گی تو ہر نظر میں تین سو ساٹھ لعنت اس پر پڑے گی۔(حوالہ..................)

آدمی عورتوں سے شرما جاتا ہے مگر لڑکوں سے نفس دس بہانے بنالیتا ہے کہ یہ میرا بھتیجا ہے، بھانجا ہے، منہ بولا بیٹا ہے۔حضرت ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نو خیز نصرانی کو گھورا۔میرے شیخ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا یہ کیا حرکت کی ہے، آئندہ تمہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔چنانچہ چالیس سال بعد قرآن مجید میرے سینے سے نکل گیا۔ایک اطالوی سائنس دان سر آئزک نیوٹن نے حرکت کا تیسرا قانون دیا کہ عمل اور ردّ عمل آپس میں برابر لیکن سمت مخالف ہوتے ہیں اگر گیند کو زمین پر زور سے مارو گے تو وہ مخالف سمت میں اسی قدر بلند ہوجائے گا۔بعینہٖ، خدا کی قسم اگر تم اپنے نفس کو برے تقاضوں کے وقت جس قدر زور سے دباؤ گے، اسی قدر حق تعالیٰ کی طرف سے بلندی وقرب نصیب ہوگا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ الاحبار سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سبز موتی کا محل پیدا فرمایا، اس میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں۔اس میں وہی آدمی آئے گا جس کے سامنے حرام پیش کیا جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اسے چھوڑ دے۔گناہ سے بچنے کا غم اٹھانا، غذائے اولیاء کرام ہے۔ہر سال حج وعمرہ کرنے والا، ذکر و تسبیح پڑھنے والا، نوافل وتلاوت کا حق ادا کرنے والا لیکن گناہ سے نہ بچنے والا، میرا ولی نہیں میرے ولی صرف وہ ہیں جو مجھے ناراض نہیں کرتے جو متقی ہیں اس پر خود قرآن پاک گواہ ہے:

اِنْ اَوْلِیَـآئُـہٗۤ اِلَّا الْـمُتَّقُوْنَ ۔ یہ زندگی پھر دوبارہ نہیں ملے گی۔یہ مجاہدے کا مزہ، خونِ آرزو کا مزہ ایسا ہے کہ حلاوتِ ایمانی سے قلب لبالب بھر دیا جاتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ دنیا سے منہ موڑ کر غار میں رہتے ہیں۔ان سے پوچھا کہ شہر میں کیوں نہیں آتے تا کہ لوگوں سے مل کر دل بہلے۔فرمانے لگے وہاں حسین لوگ رہتے ہیں اور جہاں پھسلن ہو، وہاں ہاتھی بھی پھسل جایا کرتے ہیں۔

دنیاوی نقصانات کے لحاظ سے بدنظری قوت باہ کے لیے زہر قاتل ہے۔مثانہ کی کمزوری، قطرات کا آنا، جریان، احتلام، دل کی کمزوری، کمر درد، پنڈلی میں درد، سر کے چکر، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا، سبق یاد نہ ہونا، سبق جلدی بھول جانا، کسی کام میں دل کا نہ لگنا، غصہ بڑھ

جانا، نیند کی کمی، ارادہ پست ہو جانا، شادی کے قابل نہ رہنا یہ بدنظری کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔

قیامت کا یہ منظر کبھی نہ بھولو کہ جب بارگاہِ الٰہی میں پیشی ہوگی تو زانی کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ زبان پر مہر لگا دیں گے زبان گنگ ہو جائے گی، پھر اعضا گواہی دینا شروع ہو جائیں گے، ہاتھ کہے گا: پروردگار! میں نے ناجائز حرام جگہ پر ہاتھ لگایا تھا۔ آنکھ بولے گی: میں نے بدنظری کی تھی۔ پاؤں کہے گا: میں حرامکاری کے لیے چل کر گیا تھا۔ شرمگاہ کہے گی: میں نے حرام کاری کی تھی۔ دائیں کندھے والا فرشتہ کہے گا: میں نے سنا تھا۔ بائیں کندھے والا فرشتہ بولے گا میں نے لکھا تھا۔ پھر زمین گواہی دے گی میں نے دیکھا تھا اور میرے اوپر یہ فعل سرزد ہوا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت وجلال کی قسم! میں اس کی حرکت پر مطلع تھا لیکن میں نے پردہ پوشی کی۔ اے میرے فرشتو! اسے پکڑو۔ اسے میری ناراضگی کا مزہ چکھاؤ۔ دنیا میں یہ شخص خیال کرتا تھا کہ کبھی میری طرف پلٹ کر نہ آئے گا۔

اِنَّـهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ O اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ O بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا O (سورہ انشقاق آیت ۱۳ تا ۱۵)

’’یہ اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ ہاں ہاں اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا‘‘۔

ہر گناہ بدعقلی اور حماقت کی دلیل ہے۔ اتنے بڑے مالک کو ناراض کر رہا ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہماری زندگی، موت، تندرستی، بیماری، راحت، چین، حسن خاتمہ اور سوئے خاتمہ ہے۔ عقل صحیح ہوتی تو ہرگز یہ گناہ نہ کرتا۔ بدنظری تو انتہائی حماقت کا گناہ ہے۔ نہ ملنا، نہ ملانا، مفت میں دل کو تڑپانا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ۔ اللہ کی لعنت ہو اُس پر جو بدنظری کرے اور اس پر بھی لعنت ہو جو بدنظری کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے (یعنی عورت بن ٹھن کر غیر محرموں میں گھومے اور TEENAGE لڑکے بن ٹھن غیر ضروری جگہوں پر گھومتے نظر آئیں)۔

فکرِ اقبال کی روشنی میں

اُمّت مُسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہلِ قلم کا رول

پروفیسر حسن محمود اقبال
سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ

22 اپریل 2018ء، قرآن آڈیٹوریم جھنگ، 10:30 تا 1:00 بجے ایک اہم سیمینار منعقد ہوا، جس کا عنوان تھا ''فکرِ اقبال کی روشنی میں اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول''۔ اس سیمینار میں ملک کے معروف اہل علم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پہلا افتتاحی خطاب جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب کا تھا جو سابقہ شمارے میں شائع کیا گیا۔ دوسرا خطاب جناب پروفیسر حسن محمود اقبال صاحب کا تھا۔ اس کو بھی افادۂ عام کے لیے ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

صدر گرامی، محترم ڈاکٹر طالب حسین سیال صاحب، محترم مختار حسین فاروقی صاحب اور معزّز حاضرین! میں شکر گزار ہوں کہ مجھے اظہارِ خیال کا موقع فراہم کیا گیا۔ ان نشستوں میں رائے کا اختلاف بھی باعث خیر و برکت ہوتا ہے

ے
انتشارِ اہل معنی فیض سے خالی نہیں
بوئے خوش پھیلی اگر غنچہ پریشاں ہو گیا

ہر دور اور ہر خطّے میں اہل قلم کا کردار کلیدی رہا ہے۔ اہل قلم دلوں کی قلمرو فتح کرنے والے ہوتے ہیں۔ قلم کو اگر میں عصائے موسوی کہوں تو بے جا نہ ہو گا جس کی مدد سے وقت کے فرعون کے سامنے کلمہ حق کو تقویت حاصل ہوتی ہے ع عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد۔

میں آپ کو ذرا فطرت کے مشاہدے کی طرف لیے چلتا ہوں۔ یہ قدرت کا نظام ہے کہ کرۂ ارضی کے کسی گوشے میں رات اپنی بساط بچھا رہی ہوتی ہے تو کسی دوسرے گوشے میں اپنی بساط لپیٹ رہی ہوتی ہے۔ اُدھر پتے جھڑ رہے ہیں تو اِدھر شاخوں پر ہریالی آ رہی ہے۔ خزاں چمن سے ہے جاتی، بہار راہ میں ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا کوئی ایک پہلو زوال کا شکار ہو رہا ہوتا ہے تو دوسرا عروج کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ یہ دھوپ چھاؤں کا کھیل ہے، صبح و مسا کی آمد و شد ہے، عروج و زوال کا عمل ہے جو افراد کے ساتھ ساتھ اقوام میں بھی جاری رہتا ہے۔ ایک عرصہ ہوا مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک کتابچہ پڑھا تھا ''قوموں کے عروج و زوال کا قرآنی دستور''۔ یہ بڑا چشم کشا تھا (میری خواہش ہے کہ نوجوان اس کا مطالعہ کریں)۔

برصغیر کو لیں۔ 1707ء میں اورنگزیب عالمگیر کی آنکھ بند ہوتی ہے۔ مسلم اقتدار کا آفتاب لب بام آ پہنچتا ہے اور زوال دستک دینے لگتا ہے۔ مگر دوسری طرف یہی وہ دور ہے جب زبان و بیان اور شعر و ادب کے میدان میں دو تہذیبیں باہم گلے مل رہی ہیں فارسی اور ہندوستانی (یا ریختا) اور ان کے امتزاج سے میرؔ و سوداؔ اور دردؔ کا سنہری دور طلوع ہو رہا تھا۔ 1857ء میں جو سرزمین مغل خاندان کے آخری چشم و چراغ کے لیے تنگ ہوگئی تھی، وہی سرزمین غالب، اقبال، سرسیّد، حالی، شبلی، نواب وقارالملک، نواب محسن الملک، علی برادران، ظفر علی خاں اور ابوالکلام آزاد جیسے مشاہیر کی تخلیقی کاوشوں کے لیے وسیع اور فراخ ہوگئی تھی۔ اس دور میں اقبال نے طلوعِ اسلام میں ملت کو نشاۃِ ثانیہ کی نوید دی تھی مگر ساتھ ہی ایک ہوم ورک بھی تجویز کیا تھا

؎ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

محترم حاضرین! اقبال کوئی روایتی شاعر نہیں تھا۔ اس کی شاعری جزوِ پیغمبری کہی جاسکتی ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:

؎ میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

ے خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر میرا کیا ہے؟ شاعری کیا ہے؟

ے بیا بہ مجلس اقبال و یک دو ساغر کش
اگرچہ سر نتراشد ، قلندری داند

ے نغمہ کُجا و من کُجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

جہاں اقبال کے اپنے کلام میں حرکت وحرارت، جدوجہد اور یقینِ محکم کا پیغام موجود ہے وہیں دیگر اہل قلم کے لیے بھی ایک واضح، مؤثر اور نتیجہ خیز کردار کے رہنما خطوط موجود ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اقبال نے تو اہل قلم اور اہل ہنر کا رول متعیّن کر دیا ہے، تو یہ ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ مثلاً شاعر کو اقبال قوم کی دیکھنے والی آنکھ قرار دیتے ہیں

ع شاعر رنگیں نوا ہے دیدہ بینائے قوم

اور ے مبتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

اسے آپ پیمانہ کہیں یا DEFINITION کہیں۔ یہ تمام اہل قلم بلکہ تمام اہل ہنر پر صادق آتی ہے۔ خود اقبال زندگی کا شاعر ہے۔ روزگارِ فقیر میں موجود ہے کہ اقبال سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کا پسندیدہ شعر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا:

ے تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل
چیست حیاتِ دوام سوختنِ ناتمام

اقبال نے اسے اپنا پسندیدہ شعر قرار دیا ہے۔ اور معزز حاضرین! ذرا اقبال اور غالب میں اشتراک کی داد دیجیے۔ غالب بھی کہہ رہے ہیں کہ

ے رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا، تو پھر لہو کیا ہے؟

اور اقبال بھی کہہ رہے ہیں کہ

رگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

اقبال تو یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ قلم، اہلِ ہنر اور اہلِ علم ملّت کے ہر فرد کے رگ و پے میں زندگی کی لہر دوڑائیں۔ اور ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی ہستی، اپنی شخصیّت اور اپنے وجود کو زندگی کے پیمانے پر ناپے۔ یاد رکھیں اس کائنات میں زندگی ہی زندگی ہے، صرف زندگی ہے۔ موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے، وہ تو صرف ایک موڈ آف لائف کو CHANGE کرتی ہے، خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے۔ اور خدائے سخن میرؔ نے کہا: موت ایک زندگی کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر۔ تو زندگی کی کسوٹی پر پرکھیں ع برعیارِ زندگی خود را بزن

ضربِ کلیم میں تو اقبال نے خاص طور پر ادبیات اور فنونِ لطیفہ سے بحث کی ہے اور گل و بلبل کے روایتی مضامین کو ترک کرنے کی تلقین کی ہے۔ ضربِ کلیم میں ادبیات کے عنوان سے اپنے اشعار میں اقبال یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اب وہ گل و بلبل کا دور گیا

؎ عشق اب پیرویٔ عقلِ خدا داد کرے
آبرو کوچہ جاناں میں نہ برباد کرے
کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے
یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے

پس اہلِ قلم اور اہلِ ہنر سے تقاضا ہے کہ وہ ملت کے مسائل کی نشاندہی کریں اور نہ صرف نشان دہی کریں بلکہ اُس کا حل بھی تجویز کریں

؎ اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے، وہ نظر کیا؟

اس وقت ملت اسلامیہ کو دو مسائل خاص طور پر درپیش ہیں: ایک تو سائنس اور تکنیک میں پسماندگی اور دوسرے اخلاقی کم مائیگی۔ ہمارے اہلِ قلم نوشتہ دیوار سے آنکھیں چار کریں، ان موضوعات پر قلم اُٹھائیں، وہ جان لیں کہ ملّت اقتصادیات سے زیادہ اخلاقیات کے بحران سے دوچار ہے۔ ہمارے اہلِ قلم، اہلِ علم، اہلِ ادب نے علم و ادب کے صنم کدے میں بڑے بڑے

بت سجائے ہوئے ہیں، جدیدیّت، تجریدیّت، علامتیّت ...... نہ جانے کیسے کیسے صنم سجا کے رکھے ہیں، انہیں پاش پاش کریں اور اخلاقیات کے مضامین اس خوش اسلوبی اورادبی لطافت سے باندھیں کہ فن کے آبگینے کوٹھیس بھی نہ پہنچے اور مقصدیّت کا وقار بھی مجروح نہ ہونے پائے۔

اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا جو غالباً سردار عبدالرب نشتر کو لکھا گیا تھا۔اقبال کے مکاتیب ہمارے پاس ایک سرمائے کی صورت میں موجود ہیں، مقالات موجود ہیں،سید عبدالواحد معینی نے مقالاتِ اقبال کو ترتیب دیا ہے۔سردار عبدالرب نشتر صاحب کو وہ لکھتے ہیں کہ میں زبان کو ایک بت نہیں سمجھتا کہ جس کی پرستش کی جائے ،زبان تو اظہارِ مطالب کا ذریعہ ہے۔

اہل قلم سے گزارش ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ادب کا مقصد اِبلاغ ہے۔ایک زمانے میں ایہام گوئی کی تحریک تھی جس نے عجب گل کھلائے تھے بلکہ میں کہوں کہ قاری کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے یا سامع کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے،تو بے جا نہ ہوگا۔تو شاعر ہو،افسانہ نگار ہو، ناول نگار ہو، غیر مانوس علامتیں استعمال کر کے اِبلاغ کی بجائے ابہام پیدا کرتے ہیں اور ادب کو چیستان بنا دیتے ہیں۔میرا مشورہ ہے کہ ہمارے اہل قلم ملت کی حیاتِ نو کے لیے اپنا کردار ادا کرنے سے پہلے اقبال کی ایک نظم 'سیّد کی لوحِ تربت' ضرور پڑھ لیں۔سر سیّد احمد خان کی زبانی اقبال کہہ رہے ہیں

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے
محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اَب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

اگر ہمارے شاعر اور ادیب اخلاقیات کا پہلو غالب کرتے ہیں اور کیونکہ

"IF CHARACTER IS LOST EVERYTING IS LOST" تو انہیں نقاد کی طرف سے واعظ پہلے اور ادیب بعد میں کا نشتر تو برداشت کرنا پڑے گا۔ مولوی نذیر احمد کی طرح۔ کہ اس کے بغیر کوئی چارا نہیں۔ میرؔ کی مثال لے لیں جس کو خدائے سخن کا خطاب ملا۔ کہتے ہیں کہ 72 نشتر پر اس کی عظمت کی بنیاد تھی مگر اس بے چارے کے ساتھ ناانصافی یہ ہوئی کہ اسے آہ کا شاعر کہہ دیا گیا۔ مگر میں اپنے 37 برس پر محیط تدریسی کیئریر میں یہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ جو THRILL، جو جوش اور جذبہ مجھے میرؔ کا یہ شعر پڑھاتے ہوئے محسوس ہوا کسی اور شعر کی تدریس میں نہیں ہوا

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا ، جہان دیگر تھا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

تو محترم حاضرین! کیا ظہیر کاشمیری کا یہ شعر دل میں اترنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟ حالانکہ اخلاقیات کا مضمون لیے ہوئے ہے

سیرت نہ ہو تو عارض و رخسار سب غلط
خوشبو اُڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا
اپنے گلے میں اپنی ہی باہوں کو ڈالیے
جینے کا اب تو ایک یہی ڈھنگ رہ گیا

تو وعظ کے طعنے سے نہ گھبرایئے اور اپنے سخن کے ساز سے ملت کے اس ناقۂ بے زمام کو سوئے قطار کھینچ لایئے، مذہب کی طرف قدم بڑھایئے، مذہب کی طرف واپسی ہی ملت کے مسائل کا حل ہے۔ یہاں میں اقبال کے سات خطبات کا حوالہ دیتا ہوں ساتوے خطبے کا تو عنوان ہی یہی ہے 'کیا مذہب ممکن ہے؟'۔ پروفیسر محمد عثمان نے فکر اسلامی کی تشکیل نو کے عنوان سے انہیں بڑا آسان بنا کر کے پیش کیا ہے۔ آپ ضرور اس کا مطالعہ کیجیے۔ اس ساتوے اور آخری خطبے میں اقبال نے واضح کیا ہے کہ مذہب اور سائنس کے راستے جدا جدا ہیں مگر منزل ایک ہے یعنی حقیقت

مطلقہ تک رسائی۔اس تلاش میں مذہب کا اشتراک سائنس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اے اہل قلم! اے اہل ہنر! اے اہل نظر! مت گھبرائیے، مذہب کی طرف لوٹتے ہوئے مت شرمایئے۔میں جانتا ہوں تمہیں اپنا آرٹ، اپنا فن بڑا عزیز ہے مگر اسے ایک مقصد کے تابع کر دیجیے اور وہ مقصد ہے ملت کی نشأۃ ثانیہ۔ یہ مقصد ہی آپ کی ڈھال بنے گا۔

اقبال کے ان اشعار پر اختتام کی طرف قدم بڑھاتے ہیں

حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام
نگاہِ پیر فلک میں نہ میں عزیز ، نہ تو
خودی میں ڈوب ، زمانے سے نا امید نہ ہو
کہ اس کا زخم ہے درپردہ اہتمامِ رفو
رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں 'لا شریک لہٗ

بہت بہت شکریہ۔

وقت کی اہم ترین ضرورت

اگر ہم 10 لاکھ مجرموں کو بھی سرعام پھانسی دیں تب بھی جنسی تشدّد کا سدّ باب نہیں ہوگا جب تک ہم TV چینلز پر اپنی ثقافتی اقدار کو مجروح کرنے کا عمل نہیں روکتے۔ یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ TV چینلز کے لیے سنسر بورڈ قائم کیا جائے جو پروفیسرز، ججز، فوجی افسران اور سرکاری افسران کے ریٹائرڈ افراد پر مشتمل ہو۔ عالمی سطح پر تسلیم کیا جا چکا ہے کہ معاشرتی اقدار کی حفاظت کے لیے اقدام بنیادی انسانی حقوق کے خلاف نہیں۔فرانس میں خواتین کو سر پر رومال باندھنے سے روکنے کا قانون بناتے وقت یہی دلیل دی گئی تھی۔

البلاغ فاؤنڈیشن A-43 نثار روڈ، لاہور کینٹ
0333-4620717 0321-4090779
قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس درخواست کو سوشل میڈیا پر عام کریں۔

حیاء ــــ باطنی زندگی کا ہی دوسرا نام ہے

حافظ عطاء الرحمٰن

حیاء اور حیاۃ یہ دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں اور ان کا مادہ یعنی حروفِ اصلی ح ی ی ہے۔ مادہ کے اشتراک کی وجہ سے ان کے معنی میں بھی ایک طرح کا اشتراک پایا جاتا ہے۔ ذیل کی سطور میں ان دونوں لفظوں کے اشتراکِ معنوی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حیات کے لغوی معنی 'زندگی' کے ہیں۔ اس کے مادہ ح ی ی سے مشتق کئی الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔ ان سب میں 'زندگی' کے معنی ہی مشترک ہیں۔ البتہ زندگی اور LIFE ایک درجہ اور مرحلہ کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے بے شمار مراحل اور انواع و اقسام ہیں۔ لفظ حیاۃ کے درج ذیل استعمالات سے اس حقیقت کی طرف چند اشارے ملتے ہیں۔

- حیات، قوتِ نامیہ کو کہتے ہیں یعنی نشو ونما کی صلاحیت، جو حیوانات اور نباتات میں پائی جاتی ہے اور جمادات میں نہیں پائی جاتی۔ اس معنی میں نبات (اُگنے والی چیز) کو بھی حی (زندہ) کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اَحۡیَیۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا (11:50)

''اور اس (پانی) سے ہم نے مردہ شہر (یعنی زمین افتادہ) کو زندہ کیا......''۔

یہ صلاحیت جاندار مخلوقات میں کامل درجے کی ہوتی ہے کہ وہ حساس جسم والے اور متحرک بالارادہ ہوتے ہیں، اس لیے عام طور پر حیات کا لفظ نباتات کے مقابلے میں صرف جاندار مخلوقات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

◐ زندگی کی ابتدائی شکل حرکت کرنا اور رینگنا ہے۔ اس معنی میں بھی عربی میں سانپ کو حَیَّۃٌ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے: فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی O (20:20-19)

''موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے عصا کو زمین پر ڈالا تو اچانک وہ سانپ (حرکت کرنے والی مخلوق) بن کر دوڑنے لگا''۔

◐ ایک زندگی تو اس دنیا کی ہے جو کہ بہت ہی محدود اور عارضی ہے اور دوسری زندگی آخرت کی ہے جو کہ لامحدود اور دائمی ہے۔ یہ اُخروی زندگی کامل و اکمل درجے میں ہوگی اس لیے اس کو اصل زندگی قرار دیا گیا ہے۔

وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَھْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ O (64:30)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل 'زندگی' ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھتے''۔

◐ حیات کا لفظ مجازاً بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ سونے اور جاگنے کے وقت کی مسنون دعاؤں میں سوجانے کو مرجانا اور جاگ جانے کو احیاء (زندہ کر دینا) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح شعور اور قلبی بیداری کو حیات سے اور عدمِ توجہی اور غافل ہوجانے کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَ جَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا (122:06)

''بھلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کہیں اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے''۔

اس آیت مبارکہ میں موت سے مراد غفلت اور بے توجہی ہے اور حیات سے مراد انسان کا جاگ جانا اور کسی اہم بات پر پہلے غور نہ کرنے اور عدم توجہ پر حیرت کا احساس ہونا ہے۔ عربی کا شعر ہے

وَقَدْ نَادَیْتَ لَوْ اَسْمَعْتَ حَیًّا   وَلٰکِنْ لَا حَیَاۃَ لِمَنْ تُنَادِی

ترجمہ: ’’اگر تم کسی زندہ شخص کو سناتے تو تمہارا پکارنا (مفید) ہوتا لیکن تم جسے پکار رہے ہو اس میں کوئی زندگی ہی نہیں ہے‘‘۔

اسی طرح مجازاً کسی غلام قوم کو ’مردہ قوم‘ اور آزاد قوم کو ’زندہ قوم‘ کہا جاتا ہے۔

بقول اقبال ؒ ع قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف

اسی طرح اجتماعی سطح پر بے عملی اور دین سے دوری کو ’موت‘ سے اور بے عملی کو دور کرنے اور معاشرے کو اپنے مقصدِ تخلیق کی طرف بلانے کو اس کو زندہ کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ لسانِ حق ترجمان حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَ هُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (دارمی، عن الحسن مرسلاً)

’’جس شخص کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ علم اس نیت سے حاصل کر رہا تھا کہ اس کے ذریعے اسلام زندہ کرے، تو اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا‘‘۔

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ قوم اور سوسائٹی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف اور قرآن مجید کی طرف بلانا اور بدعملی سے نیک عملی کی طرف لانا اسلام کو زندہ کرنا ہے۔ ’احیائے اسلام‘ کی اصطلاح یہیں سے بنی ہے گویا معاشرے اور اجتماعی سطح پر اسلام پر عمل درآمد ہے تو مسلمانوں کا معاشرہ زندہ ہے اور بے عملی ہے اور حد سے زیادہ گراوٹ ہے تو وہ معاشرہ مردہ اور بے جان معاشرہ ہے۔

حیاء

قرآن مجید میں استحیاء کا لفظ حیاء کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فَجَائَتْهُ اِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ (25:28)

’’ان دو میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی جو حیاء پر چل رہی تھی‘‘۔

زین الدین عراقی نے شرح التقریب میں نقل کیا ہے

اَلْحَيَاءُ مَمْدُودٌ وَهُوَ الِاسْتِحْيَاءُ، قَالَ الْوَاحِدِيُّ قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: الِاسْتِحْيَاءُ مِنَ الْحَيَاةِ وَاسْتِحْيَاءُ الرَّجُلِ مِنْ قُوَّةِ الْحَيَاةِ فِيهِ لِشِدَّةِ عِلْمِهِ

بِمَوَاقِعِ الْعَيْبِ، قَالَ: فَالْحَيَاءُ مِنْ قُوَّةِ الْحِسِّ وَ لُطْفِهِ وَ قُوَّةِ الْحَيَاةِ

''حیاء (مد کے ساتھ) کا معنی استحیاء ہے۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ استحیاء (حیاء) حیات سے (ماخوذ) ہے۔ اور آدمی کا حیاء کرنا اس میں قوتِ حیات کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ عیب دار کرنے والے مواقع کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا حیاءِ حسّ کے قوی ہونے اور حیات (زندگی) کی قوت کی وجہ سے ہوتی ہے''۔

انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے اور حقیقی حیات تو روح اور جسم کے ساتھ ہی ہے۔ یعنی حقیقی انسان وہ ہے جس کی روح زندہ ہے، یا وہ زندہ ضمیر ہے۔ انسان کی روح مرجائے یا وہ مردہ ضمیر ہو جائے تو ایسے لوگوں کو قرآن 'چوپائے' بلکہ چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے (سورۃ اعراف:179) یعنی یہ لوگ چلتے پھرتے انسانی شکل میں جانور ہیں۔

جسم نظر آتا ہے اور روح نظر نہیں آتی۔ تو ایک اوسط درجہ کے معقول انسان کے لیے یہ اندازہ لگانا کیسے ممکن ہے کہ اس کے اندر روح زندہ ہے یا مردہ ہوگئی ہے؟ اور اسے 'حیات' کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے یا کمتر یا قریب المرگ ہے؟۔ یہ پہچان ہر انسان کی ضرورت ہے تاکہ اپنے اندرونی احوال اور کیفیات کا تجزیہ کر کے اپنے لیے اصلاح اور تربیت کی تدابیر کر سکے۔ اس شدید ضرورت کے احساس کو رب کائنات اور فاطر فطرت سے زیادہ کون جان سکتا ہے اس عظیم ذات نے اس کا بڑے شاندار انداز میں اہتمام فرمایا ہے تاکہ بینا و نابینا اور ہر کس و ناکس اور عامی و عالم اور پیر و جوان سب اس کی پہچان کر سکیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے لیے انسان کے اندر فطری طور پر نیکی و بدی میں فرق کرنے کی صلاحیت رکھ دی ہے اور دنیا کا ہر انسان اس کا اِدراک رکھتا ہے۔ اس لیے ہر معاشرے میں انسانی اقدار کا تصور موجود ہے اور بری باتوں کے لیے سماجی برائیوں (SOCIAL EVILS) کا تصور عام ہے اور بلا استثناء دنیا کے ہر معاشرے میں بڑی گہری بنیادیں رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اسے فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا (پھر اسے بدکاری اور پرہیزگاری کی سمجھ دی) اور وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (اور اس کو (خیر و شر) کے دونوں رستے بھی دکھا دیے) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور حدیث پاک میں اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ (اپنے دل سے پوچھ) الفاظ وارد ہیں۔ ایک دوسری روایت میں مَا الْإِثْمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

جواباً ارشاد فرمایا: اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ نَفْسِكَ (گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے)۔ اس کے لیے اردو زبان میں 'ضمیر' کا لفظ عام ہے اور اسی کے لیے ہماری دینی اصطلاح کے طور پر 'حیاء' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں:

حَقِیقَةُ الْحَیَاءِ خُلُقٌ یَبْعَثُ عَلَی تَرْكِ الْقَبِیحِ وَ یَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِیرِ فِی حَقِّ ذِی الْحَقِّ

''حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جبلت ہے جو برائی کو چھوڑنے پر آمادہ کرتی ہے اور کسی حق دار کے حق میں کوتاہی کرنے سے روکتی ہے''۔

حیاء سے انسان کی باطنی اور روحانی حیات مراد ہے۔ یعنی اگر اندر کا انسان زندہ ہے تو انسان کے اندر 'حیاء' کا مادہ ہوگا اور اندر کا انسان مر چکا ہے ضمیر مردہ ہو چکا ہے (جس کی انتہائی کیفیت کا ذکر سورۃ الاعراف: 179 میں آیا ہے) تو حیاء ختم ہوگئی۔ اسی بات کی عمومی وضاحت اور عوامی سطح پر افہام و تفہیم کی غرض سے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ بِمَا شِئْتَ (بخاری)

''جب تو بے حیا ہو جائے تو جو جی چاہے کر''

یعنی حیاء ختم ہو جائے اور انسان کے اندرونی احساسات ختم ہو گئے ہوں اور گاڑی کی بریک کی طرح انسان کو برائی سے روکنے کا داعیہ بے کار ہو گیا ہو تو اب ایسا انسان جو چاہے کر لے، اس کے اندر کا انسان اسے کوئی لعنت و ملامت نہیں کرے گا اور پشیمانی اور ندامت کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا۔

گویا حیاء ــــ انسان کے شرفِ انسانی کے ظہور اور اس کی حفاظت کا فطری اور قدرتی شاہکار بھی ہے اور انسانیت کا حسن بھی ہے۔ اس کی حفاظت اپنے شرفِ انسانی کے تحفظ کے لیے بہت ضروری ہے اور جدید دور میں اس حیاء کو محفوظ رکھنا بھی قریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

حیا زمانے کی آنکھ میں نہیں باقی
خدا کرے تری جوانی رہے بے داغ

کاش آج کا مسلمان نوجوان (مرد و عورت) بھی اپنی جوانی بے داغ رکھنے میں کامیاب ہو سکے (آمین)۔

حیاء ــــــ حیاتِ روحانی

فرمان رسالت کی روشنی میں

- اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ (مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ) ''حیا ایمان کا حصہ ہے''۔
- اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ مَقْرُوْنَانِ لَا یَفْتَرِقَانِ اِلَّا جَمِیْعًا (طبرانی عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)
''حیا اور ایمان جڑے ہوئے ہیں دونوں جدا نہیں ہوتے مگر اکٹھے''۔
- اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ قُرِنَا جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْآخَرُ (مستدرک عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)
''حیا اور ایمان جوڑ دیے گئے ہیں جب ان میں سے ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا اٹھالیا جاتا ہے''۔
- اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ (مسلم عن عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ) ''حیا سراسر خیر ہے''
- اَلْحَیَاءُ لَایَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ (متفق علیہ عن عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ) ''حیا ہمیشہ خیر ہی لاتی ہے''
- اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَ الْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءُ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ (ترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) ''حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (جانے کا ذریعہ) ہے اور فحش گوئی بد اخلاقی کی وجہ سے ہے اور بد اخلاق ہونا دوزخ میں (جانے کا ذریعہ) ہے''۔
- اَلْحَیَاءُ وَ الْعَیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَ الْبَذَاءُ وَ الْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ (ترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ) ''حیا اور کلام سے عاجز ہونا دونوں ایمان کے شعبے ہیں اور فحش گوئی اور بیان بازی دونوں نفاق کے شعبے ہیں''۔
- اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَرْنٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہُ الْآخَرُ (طبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) ''حیا اور ایمان ایک ہی وقت میں ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک سلب کرلیا جائے تو دوسرا بھی اس کے تابع ہوتا ہے''۔
- اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَاَحْیٰ اُمَّتِیْ عُثْمَانُ (ابن عساکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)
''حیا ایمان کا حصہ ہے اور میری امت کا سب سے بڑا باحیا شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں''۔
- لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقٌ، وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ (موطا مالک)
''ہر دین کا کوئی خاص خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے''۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

ابوفیصل محمد منظور انور

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلماں کدھر جائے

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آیا اور گزر گیا۔ ہر سال یہ مہینہ ہمیں اپنی اصلاح و تربیت کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے تاکہ ہم اپنی آخرت سنوار لیں۔ مگر المیہ یہ ہے کہ غفلت کا شکار مسلم دنیا نے بھی اس عارضی زندگی کو ہی سب سمجھ کر ابدی کامیابی کے حصول سے منہ موڑ لیا ہے۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ ہم امسال بھی ان مقدس ساعتوں سے فیضیاب ہونے سے محروم رہے جس کی ضرورت تھی کیونکہ ہمارے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ ہماری تیرہ بختی ہے کہ ہم نے ان مبارک گھڑیوں کی قدر نہ کی اور ایک بار پھر یہ سنہری موقع گنوا دیا۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں رہا کہ مسلمان قوم اپنی بداعمالیوں کے باعث دنیا بھر میں ذلیل و رسوا ہو رہی ہے کیونکہ ہم نے گمراہ قوموں کے انجام سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ عوام کی اکثریت ماہ صیام میں بھی بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرنے میں مصروف رہی۔ مادر پدر آزاد میڈیا میں آئے روز دھوکا دہی قتل و غارت اور ڈکیتی کی وارداتوں میں اضافہ ہی نظر آیا، فیشن کے نئے نئے انداز اور بے حیائی کو فروغ دینے والے اشتہارات کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں تھا۔ جب اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک میں حرام و مردار جانوروں کے گوشت کی فروخت کی اطلاعات

عام ہوں اور کھانے پینے کی اشیاء میں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ملاوٹ کر کے عوام کو زہر آلود اشیائے خورد ونوش فراہم کی جاتی رہی ہوں، کم تولنے، جعلی ادویات کی تیاری اور فروخت، روزانہ چوریاں ڈکیتیاں کرنے، کمسن بچوں بچیوں، حوا کی معصوم بیٹیوں کو بے آبرو کرنے کے واقعات کی بیسیوں اطلاعات ہوں اور سیاسی اشرافیہ کی اربوں کھربوں کی کرپشن کے قصے زبان زد خاص وعام ہوں، بے حیائی پھیلانے والے ننگ دین اور فحاشی کے رسیا عناصر کا میڈیا پر قبضہ ہو میراثی، گویے، کنجر اور ناچنے گانے والے نوجوان نسل کے آئیڈیل ہوں تو اس بدقسمت قوم کے نوجوانوں کا مستقبل کیا ہوگا؟

عید الفطر کے موقع پر انٹرٹینمنٹ کے نام پر سرکاری ٹی وی سمیت دیگر چینلز پر رقص وسرود کی محفلیں سجائی گئی اور 12/13 سالہ معصوم بچیوں سے فحش، واہیات گانے سنوا کر ڈانس کراوئے گئے جسے دیکھ کر پوری قوم نے ماہ مقدس کی عبادت وریاضت کا ثواب ضائع کر دیا۔قصوروار کون؟ ذمہ دار کون؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ مساجد میں معمول سے ہٹ کر رش رہا اور راتوں کو چند لوگ عبادت اور قیام اللیل میں مصروف رہے مگر ابلیسی طاقتوں نے مساجد سے باہر کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہونے دی۔گلیوں بازاروں مارکیٹوں میں حرمت رمضان پامال کرنے کی مکمل آزادی تھی نماز تراویح کے اوقات میں کرکٹ کے میچز ہوتے رہے سو وہی کچھ ہوتا رہا جو سارا سال ہوتا ہے اسی ماہِ مقدس میں کیبل پر 24 گھنٹے مخرب اخلاق پروگرام دکھا کر نوجوان نسل کو تباہ کیا جاتا رہا ہے حسب روایت اس سال بھی رمضان المبارک میں ناجائز منافع خوری کا دھندہ عروج پر رہا عید سے ایک دن قبل سے ہی پھل فروش، قصاب، مکار، عیار، بددیانت تاجر اپنی ناجائز منافع خوری میں پہلے سے زیادہ حربے اختیار کرتے رہے شیطان کے چیلے کھلے عام معاشرے میں بے حیائی پھیلانے میں مصروف رہے۔کونسی نافرمانی ہے جو ہم نے نہیں کی؟ اس ماہِ مبارک میں توبہ واستغفار کرنے اور اپنا احتساب کرنے کی اشد ضرورت تھی مگر ہم نے رحمتوں کے مہینے سے فیضیاب ہونے کی بجائے یہ قیمتی لمحات ضائع کر دیے یہ ہماری پورے مہینے کی تربیت کا اثر تھا کہ عید سے اگلے ہی دن مساجد میں نمازیوں کی تعداد رمضان المبارک سے قبل والے نمازیوں پر ہی مشتمل نظر آئی ہم پھر پرانی ڈگر پر آ گئے لگتا ہے ماہِ صیام سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔کاش ہم مہینے بھر کی ریاضت واعلیٰ تربیت کے عکاس نظر آتے۔اللہ ہمیں صدق دل سے اچھے مسلمان بننے کی توفیق دے۔آمین۔

اسی برکت والے مہینے میں قیامِ پاکستان کا معجزہ رونما ہوا تھا کیونکہ 13-14 / اگست 1947ء کی درمیانی رات کو 12 بجے جس وقت یہ اعلان ہوا جسے لاکھوں لوگوں نے سنا کہ 'یہ ریڈیو پاکستان ہے' اس وقت رمضان المبارک 1366ھ کی 27 ویں شب تھی یعنی لیلۃ القدر تھی جو کہ نزولِ قرآن کی رات ہے اور فضیلت والی رات ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور پاکستان کا رشتہ جوڑ دیا۔ برطانوی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر ہمارے بزرگوں نے جو قربانیاں دیں اور کوششیں کیں وہ تاریخ آزادی کا روشن باب ہیں۔ مصور پاکستان علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح نے دوقومی نظریہ کے تحت ایک آزاد اور خودمختار ملک کی بنیاد رکھ کر برصغیر پاک و ہند میں رہنے والے مسلمانوں کیلئے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان پاکستان کے قیام کے حق میں اسی لیے تھے کہ یہاں قرآن کا قانون ہوگا۔ 'پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ' کا نعرہ اسی حقیقت کا آئینہ دار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مطالبے کو منظور فرمالیا۔ یہ معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اقلیت میں رہنے والے مسلمانوں کو ایک مقدس رات کی گھڑیوں میں عطا کیا تھا۔ اس سے قبل بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح نے 8 فروری 1942ء کو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے طلباء سے خطاب کے دوران اسلامی حکومت کے تصور بارے فرمایا تھا کہ

> ''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ قرآن مجید کے احکامات اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی کی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص کی یا ادارہ کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سیاست یا معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو علاقہ اور پاکستان کی ضرورت ہے''۔

فرمانِ قائداعظم محمد علی جناح آئین پاکستان کا حقیقی ماخذ اور قرارداد مقاصد کی اصل روح ہے مگر پاکستانی قوم کی بدقسمتی ہے کہ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے اس فرمان کو پس پشت ڈال دیا گیا اور مملکت پاکستان کے اقتدار پر فائز ہونے والے ہر حکمران نے اسلامی حکومت

اور نظریات کے نفاذ کی بجائے مغربی جمہوریت اور اپنے شخصی اقتدار اور ذاتی مفادات کو ترجیح دی انسانوں کے بنائے گئے قوانین کے نفاذ کے باعث پاکستان کی سوسائٹی کا جو حشر آج ہے وہ محتاج بیان نہیں قوم ذلت اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن ہے جس سے نکلنے کی کوئی سبیل فی الحال نظر نہیں آرہی ہے اب بھی وقت تھا کہ ان مبارک گھڑیوں میں نفاذ اسلام کا اعلان کر دیا جاتا تو مملکت خداداد پاکستان کے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا تھا اور اقوام عالم میں اپنا صحیح قائدانہ کردار ادا کرسکتا تھا مگر نفاذ اسلام تو ہماری سیاسی قیادت کی ترجیحات میں ہی شامل نہیں ہے کیونکہ پاکستانی سیاست دانوں کا مقصد صرف اور صرف حصولِ اقتدار ہے چاہے اس کے لئے ملک کو دولخت ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ عوام الناس کو چاہیے تھا کہ رمضان المبارک میں 27ویں شب (جب ختم قرآن ہو) اس آدھی رات کے وقت تھوڑی دیر پاکستان کے قیام کو ظالم مغربی استعمار سے آزادی کے حصول کا موقع سمجھ کر مناتے اور مطالبہ کرتے کہ حکومت آئندہ یومِ آزادی ہر سال 14 راگست کے ساتھ ساتھ 27 رمضان المبارک کو بھی منایا کرے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ لوگ تھوڑی دیر باوضو ہو کر پاکستان زندہ باد کی آواز بلند کرتے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور نم آنکھوں کے ساتھ پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے دُعائیں کرتے اور وطن عزیز سے عہد وفا کی تجدید کرتے تاکہ اس مقدس رات میں آزادی وطن کا تحفہ ملنے کی یاد تازہ رہتی۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلسل نافرمانیوں کے باعث متعدد بار عذاب سے دوچار کیا مگر اس مغضوب علیہ قوم نے صدیوں کی غلامی کے باوجود کوئی سبق نہیں سیکھا اور ابھی تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزیوں میں مصروف ہیں یہودیوں کی وجہ سے دنیا کے امن کو خطرات لاحق ہیں بڑی طاقتیں یہودیوں کی آلہ کار بن کر دنیائے اسلام پر قیامت ڈھا رہی ہیں افراتفری کا ماحول ہے یہودیوں کا ہدف صرف اور صرف محمد ﷺ کی امت کو ختم کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ یہودی قوم گریٹر اسرائیل کے ایجنڈے پر بڑی تیزی کے ساتھ عمل پیرا ہے۔ بیت المقدس میں امریکی سفارت خانہ کھولنے کے اقدامات سے تو اب کسی کو کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اسرائیلی یہودی اپنے ناکام عزائم کو جلد از جلد عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں جس کے لئے وہ دنیائے اسلام کے لاکھوں افراد کے خون سے ہاتھ رنگنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں افسوسناک امر یہ ہے مسلم ممالک کی قیادت کی طرف سے اس یہودی سازش کے خلاف

ابھی تک کوئی مؤثر متفقہ ردّعمل سامنے ہی نہیں آیا ہے نشستند، گفتند اور برخواستند سے آگے بات بڑھتی نظر نہیں آرہی ہے۔ نہتے کمزور مسلمان گاجر مولی کی طرح قتل کیئے جارہے ہیں یا پھر اپنے گھروں سے بے گھر ہوکر بے خانماں ہوکر رہ گئے ہیں ذلت وپستی سے نکلنے کا راستہ دین اسلام کی تعلیمات پر کاربند ہونے میں مضمر ہے مگر ہم مغربی اقوام کے نظام زندگی وثقافت سے مرعوب، لادینیت اور بے حیائی پر مبنی زندگی گزارنے کے دلدادہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں (مغضوب علیہ قوم یہود) ایسے حالات سے محفوظ رکھے۔

ملک میں الیکشن 2018ء کے انعقاد کا آغاز ہوچکا ہے ہزاروں کی تعداد میں امیدوار میدانِ کارزار میں ہیں اگرچہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کئی سیاسی مہروں کو نااہل کئے جانے کی اطلاعات ہیں مگر پھر بھی اکثر ناپسندیدہ سیاسی اشرافیہ، معاشی دہشت گرد بچ کر ایک بار پھر سے سیاسی عمل میں شریک ہونے میں کامیاب ہوچکے ہیں ایک بار پھر وہی پرانا مغربی جمہوری ڈرامہ سٹیج کیا جارہا ہے جس کے لئے علامہ محمد اقبال مرحوم نے فرمایا تھا:

جمہوریت اِک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

کچھ عرصہ قبل چند منچلے نوجوانوں کو یہ نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے سنا تھا کہ ''نعرہ حسینؓ کا اور ووٹ یزید کا''۔ لگتا ہے اس بار بھی عوام کی اکثریت شاید ایسی ہی اپنی من پسند پارٹیوں کے امیدوار لوٹوں لٹیروں اور مجرمانہ ذہنیت کے حامل جرائم پیشہ نام نہاد نمائندوں کو ہی منتخب کروانے کے لئے اپنا حق رائے دہی ادا کریں گے تاکہ مغربی جمہوریت کے پودے کی صحیح آبیاری ہوسکے اور پاکستانی عوام مغرب کے لادینی نظام سے مستفیض ہوسکیں۔ برسوں سے اقتدار پر قابض مغربی ایجنٹس کو ہی مسلط کرنے کی سازش پوری ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ پاکستانی مسلمانوں کو دین اسلام کے راستے پر چلنے اور صالح قیادت منتخب کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے جودل پہ گزرتی ہے وہ رقم کرتے رہیں گے
اک طرز تغافل ہے سو ان کو مبارک اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

باطل کی یلغار اور ''مسلمان قوم''

محمد فہیم
تیمر گرہ ضلع دیر (لوئیر)

اس وقت اُمّت مسلمہ نامی کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ یہ جو ہم ''اُمّت اُمّت'' کی اصطلاح عادۃً استعمال کر رہے ہیں یہ دراصل غلط العام ہے۔ اُمّت کی تو تعریف یہ ہے کہ مسلمان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر جغرافیائی، نسلی، رنگت، لسانی وغیرہ بنیادوں سے پرے ایسی ایمانی اتحاد میں جُڑ کر ایک بنیانِ مرصوص بن جائیں کہ مشرق کا مسلمان مغرب کے مسلمان کی معمولی تکلیف پر تڑپ اٹھے اور وہ کفر کے مقابلے میں یک جان ہو کر ہر اس ظلم کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہوں۔

چونکہ دنیا کے تقریباً 59 مسلمان ملکوں پر پھیلے ہوئے مسلمانوں کے درمیان مذکورہ بالا تعریف کسی بھی درجہ میں وجود نہیں رکھتی لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان ملکوں میں ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان مختلف قومیّتوں کی شکل میں ان ملکوں پر مسلّط اسلام دشمن قوموں کے ایجنٹوں کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ عرب قوم، مصری قوم، افغان قوم، پاکستانی قوم، بنگلہ قوم وغیرہ وغیرہ تو ہے امت کی اصطلاح کا ان پر درحقیقت اطلاق ہوتا نہیں۔ مصر پر السیسی ہے تو امریکہ کا ایجنٹ۔ افغان پر کرزئی ہو یا اشرف غنی، دونوں امریکہ کے مسلّط کردہ اور بھارت کے ایجنٹ۔ شام میں بشارالاسد وغیرہ وغیرہ، اور اب تو حد ہوگئی کہ سعودی عرب کی سرزمین تو پوری کی پوری امریکی قدموں کے نیچے آ گئی۔ شہزادہ MBS (ولی عہد کا یہ مغرب سے عطا کردہ نام ہے) تو برملا امریکی ایجنٹ اور اسرائیلیوں کا ہم مشرب اور ہم پیالہ ہے۔ اس کی روشن خیالی اور سعودی سرزمین کو اباحیت

اور برہنگی کی طرف لے جانے کی پالیسیاں ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔خبر ہے 18اپریل 2018ء میں ریاض میں امریکی کمپنی کا بنایا ہوا پہلا سینما گھر کا افتتاح ہورہا ہے۔ وہ کھلم کھلا فلسطینیوں کے مقابلے میں یہودیوں کا ہمدرد اور ہم خیال ثابت ہورہا ہے۔اس کی روشن خیالی سے سعودی سرزمین میں یہودیوں کی سازشوں کے لئے راہیں کھلنے کی شروعات ہوچکی ہیں۔ دنیائے اسلام کا اب سعودی حکمرانوں سے اسلام کے حوالے سے کوئی توقعات وابستہ کرنا صرف خواہش ہی ہوسکتی ہے۔ایسے میں مغربی اسلام دشمن طاقتیں اور خصوصاً امریکہ، اسرائیل اور بھارتی تکڑم کی جسارت مزید بڑھتی جارہی ہے۔ چنانچہ امریکی صدر ٹرمپ اب کوئی لگی لپٹی بغیر دنیائے اسلام اور خصوصاً پاکستان کو چیلنج کرنے میں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتا وہ کھلم کھلا دھمکیاں دے رہا ہے۔

مسلمان حکمران چونکہ پہلے ہی سے ان قوتوں کے پٹھو ہیں لہٰذا اب وہ دھڑلے سے مسلمان ملکوں کے خلاف ہر قسم کی جارحیت کو روا رکھنے میں باک محسوس نہیں کرتے۔حالیہ دنوں میں فلسطینی نوجوانوں کے آزادی مارچ پر اندھا دھند فائرنگ جس میں درجنوں شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔اس طرح افغان صدر قندوز میں حفظِ قرآن سے فارغ شدہ طلبہ کی دستار بندی کے موقع پر مدرسہ پر امریکی بمباری سے سینکڑوں طلبہ اور ان کے والدین کی شہادت اور اسی طرح انہی دنوں نہتے کشمیریوں کے جلوس پر بھارتی فوجیوں کی فائرنگ سے 20 سے زیادہ شہداء اور سو کے قریب زخمی مسلمانوں کے واقعات کیا پیغام دیتے ہیں۔ یہی نا کہ امت مسلمہ نام کی کوئی شے اگر ہوتی تو 59 ملکوں پر پھیلی ہوئی یہ ''امت'' پوری دنیا کو لرزہ براندام کرسکتی تھی۔مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمان قوم (امت نہیں) سے روحِ محمدی نکالی گئی ہے۔ان کے اوپر کفری طاقتوں نے اپنے ایجنٹ مسلط کر رکھے ہیں اور ان میں کفری تخیلات، روشن خیالی اور جدیدیت کے انجکشن لگوا کر ان کے اندر سے دین کی روح کو مضمحل کرکے ذہنی طور پر غلام بنائے رکھا ہے۔

ایک طرف یہ قومیں تعلیم کا ڈھنڈورا پٹوا رہی ہیں تو دوسری طرف قرآنی تعلیمات کے مراکز پر بمباری کررہے ہیں اور دینی مراکز کے خلاف تمام حربے بروئے کار لاکر ان کو بدنام کررہے ہیں۔ نیز این جی اوز اور ''تعلیمی ایڈ'' (ایڈز) کے ذریعے ہمارے تعلیمی سلیبس سے دینی، اخلاقی اور علامہ اقبال کے کلام کو کھرچنے کی سازشیں ہورہی ہیں۔آزادی اور انسانی حقوق کی بات

کا کتنا چرچا کر رہے ہیں لیکن بات جب فلسطین اور کشمیر کے نہتے مسلمانوں کی ہوتی ہے تو ان کا انسانی حقوق کا حس مر کر رہ جاتا ہے۔ ملالہ کون تھی؟ کہاں کا وہ تعلیمی کاز کی علمبردار تھی؟ چونکہ اسے مغربی تہذیب کا سنبل بنانا تھا لہٰذا اسے ہیروئن بنا کر نوبل انعام سے نوازا گیا جبکہ قندوز میں معصوم حفاظِ قرآن پر آگ برسائی گئی اس لئے کہ ان کی تعلیم اور تھی اور ملالہ کی تعلیم کچھ اور۔ اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ عالم کفر کی صف اوّل کی اتحاد ثلاثہ یعنی امریکہ، اسرائیل اور بھارت کسی بھی اخلاقی اور سفارتی آداب کو خاطر میں لائے بغیر پاکستان کے خلاف اپنی سازشیں منطقی انجام تک پہنچانے کے درپے ہیں۔ کیونکہ انھیں ایک ایٹمی اور نظریاتی پاکستان اپنے شیطانی عزائم میں سب سے بڑی رکاوٹ نظر آتا ہے۔ لہٰذا وہ کھلم کھلا دھمکیوں کے علاوہ پاکستان دشمن تحریکوں کو اُٹھانے کی سازشیں کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ موجودہ ''پشتین'' تحریک بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے عوام اور مسلح افواج ان سازشوں کے خلاف بروقت مناسب اقدامات کر کے پاکستان کی سالمیّت کے خلاف بڑھنے والے خطرات کا قلع قمع کریں گے۔ ویسے ہمیں ہر وقت چوکس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس ملک میں اسلامی تعلیمات، اخلاقیات، حیا اور اسلامی کلچر کے خلاف بڑے پیمانے پر بیرونی قوتیں مصروف عمل ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ روشن خیالی کے لباس میں اباحیت، عریانی اور فحاشی کو فروغ دیکر افراد سے شرم وحیا کا لباس اتارا جائے۔

اخباری رپورٹوں کے مطابق ''اقوام متحدہ'' کی طرف سے پاکستانی حکومت کو حال ہی میں ایک ڈائریکٹو بھیج دیا ہے جس میں معاشرہ کو فری سیکس سوسائٹی بنانے پر زور دیا گیا ہے اور موجودہ حکومت نے اس حکمنامے پر "Noted" کر کے اس کی یگونہ توثیق کی ہے۔ یاد رہے اسی نوعیت کا ایک حکمنامہ PPP کے گذشتہ حکومت کو بھی یو این سے آیا تھا جسے Endorse کرنے سے اس وقت کی قیادت نے صاف انکار کیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی فرقہ واریت، لسانی اور نسلی اور علاقائی عصبیتوں کو ابھارا جائے تو خود بخود پاکستانی قوم ذلت کی گہرائی میں گرے گی۔ آج کل ہمارے سب سے اہم ادارے یعنی مسلح افواج کے خلاف جو نہایت خوفناک اور شرمناک پروپیگنڈا شروع کیا جا چکا ہے اس کا فوری انسداد بہت ہی ضروری ہے اور یہ کام محبِّ وطن عوام کا ہے۔ ہمیں احساس ہونا چاہیے (باقی برصفحہ 58)

رمضان المبارک 1439ھ
دورہ ہائے ترجمۃ القرآن
رپورٹ

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

اس سال انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر اہتمام بفضلہٖ تعالیٰ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۃ القرآن کے 4 پروگرام منعقد ہوئے، جن کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے:

1 جامع مسجد عبید اللہ، محلّہ سلطانو الہ جھنگ صدر

دورۂ ترجمۃ القرآن کا پہلا پروگرام جامع مسجد عبید اللہ، محلّہ سلطانو الہ جھنگ صدر میں منعقد ہوا، جس میں صدرِ انجمن جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے تراویح کے بعد قرآن مجید کے آخری 15 پاروں کا ترجمہ بیان کیا۔ پروگرام روزانہ رات 12:15 بجے تک جاری رہا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 35 افراد شریک ہوتے رہے اور اس پروگرام کی اختتامی نشست 25 ویں شب کو منعقد ہوئی، جس میں 150 افراد نے شرکت کی۔

2 شاداب کالونی، جھنگ صدر

اس سلسلہ کا دوسرا پروگرام جناب پروفیسر مہر غلام سرور صاحب کی رہائش گاہ، شاداب کالونی جھنگ میں منعقد ہوا، جس میں جناب انجینئر عبد اللہ اسماعیل صاحب نے قرآن مجید کے پہلے 15 پاروں کا ترجمہ بیان کیا۔ یہ نشست بھی تراویح کے بعد منعقد ہوتی رہی۔ اس میں اوسطاً 20 افراد شریک ہوتے رہے اور یہ پروگرام کی 26 ویں شب کو اختتام پذیر ہوا۔ اختتامی نشست سے صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ حاضری تقریباً 100 افراد تھی۔

3 قرآن اکیڈمی جھنگ

اسی سلسلے کا تیسرا پروگرام جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوا، جس میں جناب عبداللہ ابراہیم صاحب نے تراویح کے بعد قرآن مجید کے پہلے 15 پاروں کا ترجمہ بیان کیا۔ اس پروگرام میں اوسطاً 20 افراد شریک ہوتے رہے اور اس پروگرام کی اختتامی نشست 27 ویں شب کو منعقد ہوئی، جس سے صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ تقریباً 100 افراد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

4 جامع مسجد الرحمٰن، ریلوے روڈ، جھنگ شہر

چوتھا پروگرام جامع مسجد الرحمٰن، ریلوے روڈ جھنگ شہر میں ہوا جس میں نمازِ تراویح میں تلاوت کیے گئے قرآن مجید کا خلاصۂ تفسیر بیان کیا گیا، جس کی سعادت مفتی عطاء الرحمٰن نے حاصل کی۔ یہ پروگرام نمازِ تراویح کے بعد 15-20 منٹ منعقد ہوتا رہا جس میں تقریباً 20 افراد شرکت کرتے رہے۔ اس کی تکمیل 26 ویں شب کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ بابرکت ساعتوں کے ان پروگراموں کو قبول فرمائے اور ان میں جو کمی وکوتاہی رہ گئی اس سے درگزر فرمادے اور اپنی مقدس کتاب قرآن پاک کی خدمت کی ہمیں مزید توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

بقیہ از: باطل کی یلغار

کہ ہماری فوج نہ صرف ہماری سرحدوں اور جغرافیائی کی محافظ ہے بلکہ وہ ہمارے نظریے (نظریۂ اسلام) کی بھی محافظ ہے۔ ہمیں عراق، لیبیا، شام اور افغانستان، یمن، سعودی عرب وغیرہ میں مغربی شیطانی قوتوں کی مداخلت اور ان مسلمان ملکوں کی تباہی سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔

ہمیں بحیثیت پاکستانی مسلمان دوسرے مسلمان ممالک میں ہونے والے ظلم وستم پر بھی خاموش رہنا نہیں چاہیے۔ دراصل یہ طاغوتی قوتیں اپنا اصل ٹارگٹ نظریاتی اور ایٹمی پاکستان ہی کو سمجھتی ہیں۔ اللہ کرے کہ ہمارے مجوزہ انتخابات بروقت ہوں اور ایسی قیادت برسراقتدار آجائے جسے پاکستان اور نظریۂ پاکستان پر مکمل ایمان ہو اور وہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کے پاکستان کو ازسرنو تعمیر کرتے ہوئے اس قوم کی اس کی اصل راہ کی طرف رہنمائی کرسکے۔ آمین

تبصرہ و تعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 اصنافِ اُردو

مؤلف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: بک کارنر پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز، جہلم

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم سابق صدر شعبہ اُردو گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج سرگودھا، ریڈیو پاکستان سرگودھا کے کمپیئر اور تحریک فروغِ اُردو زبان و ادب سرگودھا کے میر کارواں ہیں۔ ان کا شمار سرگودھا کے ان معتبر صاحبان علم و دانش میں ہوتا ہے جن کا درس و تدریس کے شعبہ میں ایک کامیاب ادیب کی حیثیت سے نام ہے۔ وہ علمی میدان میں اس قدر متحرک ہیں کہ اُردو کے پروانوں کو ہر آن نئی تخلیقات سے نواز رہے ہیں۔ اُردو زبان کی درسی تصانیف میں مسلمہ حیثیت کی حامل ان کی موجودہ تالیف اُردو کی شعری و نثری اصناف اور فن کی باریکیوں اور ادب شناسی کی بنیاد ہے۔ عام قارئین اور بالخصوص کالج اور یونیورسٹی کے اُردو زبان و ادب کے طالب علموں کے لیے اصنافِ اُردو کی ہیئت، اس کے اجزائے ترکیبی، اس صنف کا تعارف، تاریخی پس منظر اور آغاز وارتقاء کو ایسے تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اصنافِ اردو ادب پر پہلے سے موجود بہت سی کتابیں دودھ کے پیالے کی مانند ہیں، جن میں زیرِ مطالعہ کتاب کا اضافہ ایک گلاب کا پھول رکھنے کے مترادف ہے۔ زیرِ نظر کتاب کو دو عنوانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے عنوان میں نثر کی معروف اصناف کا تذکرہ ہے

جبکہ دوسرے عنوان میں قدیم وجدید نظم کے تصورات کو خوبصورتی سے سمویا گیا ہے، جو خصوصی طور پر قابل مطالعہ ہے۔ کمالِ مہارت اور اختصار و جامعیت سے معلومات کا یکجا جمع کرنے کا انداز لائق تحسین، تشنگانِ علم کی تسکین اور کتب خانوں کی ضرورت ہے۔ (صفحات:200، قیمت:Rs.380)

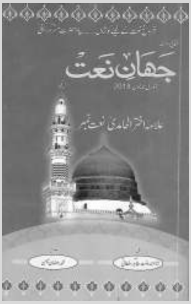

2

جہانِ نعت کراچی

علامہ اختر الحامدیؒ نعت نمبر

(جلد:5، کتابی سلسلہ:8)

مدیر: محمد رمضان میمن

زیرِ تبصرہ 'نعت نمبر' کی اشاعت کا تذکرہ گزشتہ "اسلام آباد نعت نمبر" میں کیا گیا تھا اور حسب توقع یہ خاص نمبر گدایانِ کوچہ رسول ﷺ کے لیے نوید جاں فزا ہے۔ جس کے پہلے باب میں کلام اختر الحامدی، دوسرے باب میں جناب اختر الحامدی قادری پر مقالات ومضامین اور تیسرے باب میں ان کو شعرائے کرام کا منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ آپ کا پہلا شرفِ تلمذ حضرت بیدل بدایونی سے ہوا۔ ازاں بعد علامہ ضیاء القادری بدایونی کی خدمت میں زانوئے ادب تہہ کیے۔ جنھوں نے سند تکمیل کی اجازت سے سرفراز فرما کر 17 جولائی 1966ء کو اپنا جانشین بھی نامزد فرما دیا۔ اگرچہ قادر الکلام شاعر ہونے کی حیثیت سے آپ نے ہر صنف پر طبع آزمائی فرمائی لیکن آپ ہی کے بقول ؎

اختر ہے شغل نعت عبادت مرے لیے　　　میری کتاب فکر کے عنوان ہیں مصطفیٰ ﷺ

آپ نعت گوئی کے "دبستانِ رضاؔ" سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ آپ کے کلام میں کلامِ رضاؔ کی جھلک اور وہی سوز وگداز موجود ہے۔ اسلام آباد نعت نمبر پر اخبارات وجرائد کے تبصرے جس میں ماہنامہ 'حکمت بالغہ جھنگ' میں شائع شدہ صفحہ نمبر 220۔221 پر تبصرہ بھی شامل ہے۔ جس میں یہ تجویز کہ "اگر یہ سلسلہ پاکستان کے دیگر اضلاع بالخصوص سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی نگری ضلع جھنگ کے دبستانِ مدحت کا پس منظر و پیش منظر، بزم ہائے حمد ونعت، نعتیہ ادبی سرگرمیوں، مشاعروں، نعت خوانوں، نعتیہ مجموعوں اور کتب خانوں کے تذکروں پر مشتمل ہو تو

عشاق طیبہ کے جذبوں کی تسکین اور نعتیہ ادب میں ایک حسین اضافہ ہوگا'' کا ابھی انتظار ہے۔ خصوصاً بزمِ عاشقانِ رسول مقبول ﷺ جھنگ اور دیگر نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کوشاں تنظیمات کے بارے میں خصوصی نمبر شائع کرنا اربابِ 'جہانِ نعت' پر مسلکاً قرض ہے۔ کیونکہ یہ کتابی سلسلہ ایک ادبی حوالہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ زیرِ تبصرہ خاص نمبر کتب خانوں کی ضرورت ہے۔

3

ڈاکٹر حافظ قاری **فیوض الرحمٰن** صاحب

کی

متفرق کتب

ناشر: مسجد الفرقان، ملیر کینٹ بازار، کراچی

مولانا قاری فیوض الرحمٰن جدون صاحب محقق، معلم السنہ شرقیہ میں ممتاز اور ڈاکٹریٹ کی سند رکھتے ہیں۔ پاکستان آرمی میں بریگیڈیئر کے عہدہ سے مستعفی ہوئے۔ ان کے علمی و ادبی شاہ پاروں کی کثیر تعداد ہے جن میں ادارہ کو موصول ہونے والی چند کتابوں پر اختصار کے ساتھ تبصرہ دیا جا رہا ہے۔

(1) **الاربعون المکیہ** یہ مکہ مکرمہ کے فضائل پر چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جو اس مبارک شہر کی فضیلت اور اس کے خصوصی احکام پر مبنی ہیں۔

(2) **تبصرے** اس تصنیف کا باب اوّل' قاری صاحب کی تصانیف پر اہل علم کے پیش لفظ، تقاریظ، مقدمات اور مختلف جرائد و مجلّات اور ریڈیو پاکستان کے تبصروں پر مشتمل ہے۔ دیگر ابواب موصوف کے لکھے ہوئے مقدمات، پیش لفظ، تقاریظ، اخبارات و رسائل پر تبصروں اور اداریوں پر مشتمل ہیں۔ نہایت پرمغز تحریریں ہیں اور معلوماتی اور خیال افروز خزینے بھی۔ (صفحات: 748)

(3) **جواہر الحدیث** اس تصنیف میں اسلامی معاشرے سے متعلق متعدد عنوانات کے تحت مختصر احادیث جمع کی گئی ہیں۔ یہ سبق آموز احادیث ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔

(4) **سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحب** یہ قاری صاحب کے استاد محترم ہیں اور ان

بارے میں مختلف معاصر علما نے جو تحریریں لکھیں یہ ان کی جمع آوری ہے اور جیسا کہ صاحب تصنیف نے خود لکھا ہے کہ حفظ و تجوید پڑھنے پڑھانے والوں کے ذوق وشوق کو مزید بڑھانے کا وسیلہ بنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قاری فضل کریم صاحب نے اپنی زندگی قرآن کریم کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔

(5) **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۵۵ وصیتیں** یہ عربی تصنیف 'حمزہ محمد صالح عجاج' کی ہے جسے ترجمہ وتشریح کے ساتھ قاری فیوض الرحمٰن نے شائع کی ہے۔ اُردو خواں طبقہ کے لیے یہ مجموعہ نہایت مفید ہے۔

(6) **فضائل الاعمال** یہ بھی عربی تصنیف کا ترجمہ ہے، جس میں فقہی انداز میں احادیث کی تشریح کی گئی ہے۔ اہل علم حضرات کے لیے تحفہ ہے۔

(7) **فضائل درودِ شریف** قاری صاحب کی درود وسلام کے حوالے سے ایک بہترین تصنیف ہے۔

(8) **فیوض القرآن** یہ شیخ محمد علی الصابونی المکی کی عربی تصنیف ہے، جو عالم عرب کے مشہور مفسر ہیں اور اس تصنیف کو بھی انہوں نے اپنے علمی جواہرات سے لبریز کر دیا ہے۔

تمام تصانیف اسلام کی دعوت وترویج کے لیے بہترین تصانیف ہے اور قارئین کی اسلامی معلومات کے اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی تشنگی کا بھرپور ساماں فراہم کرتی ہیں۔ کتب خانوں کی زینت اور ہر گھر کی ضرورت ہے۔

4 ادبی اصطلاحات

مؤلف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: بک کارنر پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز، جہلم

اکثر لوگ اپنی تحریر وتقریر میں ادبی اصطلاحات تو استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے آغاز و ارتقاء سے بے خبر، مطالب و مفاہیم سے نا آشنا اور صحیح طور پر برمحل استعمال نہیں سمجھتے یا ان اصطلاحات کے مفاہیم کے بارے میں مختلف قسم کی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اُردو

زبان کے قواعد وانشاء سے عاری ایسی تحریریں جن میں 'اصطلاحات' کا غلط استعمال کیا گیا ہو، قارئین کو بھی ذہنی الجھن میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ کسی بھی علمی و تحقیقی تحریر میں ایسی ہمہ جہت اصطلاح جس سے جملہ علمی جزئیات کا تناظر مہیا ہو، ابلاغ وافہام میں اساسی کردار کی حامل ہوتی ہے۔ کتب ومقالات اور تحقیق وتنقید میں اصطلاح شناخت کا علمی انداز یا ایک وزیٹنگ کارڈ ہے، جس کی علمی افادیت مسلم ہے۔ اصطلاح باہمی انسانی رابطے میں معاون ہوتی ہے اور اسے استعمال کرنے والے افراد کو یقین ہو کہ وہ مخاطب کی سمجھ سے بالاتر نہیں۔ عربی کی مشہور ضرب المثل ہے "المثل فی الکلام کالملح فی الطعام" یعنی مثال یا اصطلاح کی گفتگو میں وہی اہمیت ہے جو کھانے میں نمک کی۔ اصطلاحات کے برموقع و برمحل استعمال سے مقبولیت و پذیرائی ملتی ہے۔ زیر تبصرہ تالیف گنجینہ معانی کا طلسم نہ سہی، ادبی اصطلاحات پر مستند اور معلومات افزا، اُردو ادب میں ایک قاموس اصطلاحات (GLOSSARY) اور علم صنائع پر ایک مختصر کشاف یا ادبی رہنما ضرور ہے۔ سادہ اور عام فہم اسلوب وانداز عام قارئین خصوصاً طلبہ کے لیے پرکشش اور فروغ ادب کے لیے سنگ میل کی حیثیت کی حامل ہے۔ اردو ادب کے شناوروں کے لئے دلچسپ مطالعہ، تعلیمی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت اور ادبی حوالہ جاتی مواد میں حسین اضافہ ہے۔ (صفحات: 160۔ قیمت: Rs.300)

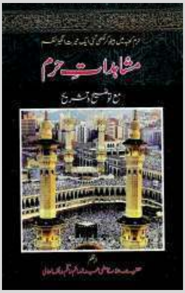

5

مشاہداتِ حرم

مع توضیح وتشریح

ازقلم: علامہ قاضی عبدالدائم دائم

24 صفحات کا یہ کتابچہ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور ہزارہ کے سجادہ نشین علامہ قاضی عبدالدائم دائم مدظلہ العالی کی ایک روح پرور نظم اور اس کی تشریح پر مشتمل ہے۔ یہ نظم موصوف نے حرم شریف میں بیٹھ کر قلمبند کی تھی۔ اس نظم کو خوبصورت آواز میں بھی پڑھا گیا ہے اور اب اعلیٰ کاغذ پر خوبصورت رنگین طباعت اور حرم کی تصاویر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس نظم کی ویڈیو کو ادارہ کی ویب سائٹ www.sadria.org/mh.php پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

داخلے جاری ہیں

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

رجوع الی القرآن
کورسز (پارٹ I اور II)

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I) برائے مرد و خواتین

1. عربی صرف و نحو
2. ترجمہ قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3. سیرت النبی ﷺ
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی
5. تجوید و ناظرہ
6. مطالعۂ حدیث و فقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II) صرف مرد حضرات

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان و ادب
9. اضافی محاضرات

- انٹرویو کی تاریخ، 23 جولائی (صبح 8:30 بجے)
- کلاسز کا آغاز، 24 جولائی (صبح 8:00 بجے)
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: داخلے کے خواہشمند 23 جولائی تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ **قرآن اکیڈمی**
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email:irts@tanzeem.org

ملک شیر افگن
0300-4201617

فرمودۂ اقبال

دل

قصّۂ دار و رسن بازیٔ طفلانۂ دل
التجائے 'اَرِنی' سرخیٔ افسانۂ دل

یارب! اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی!
جادۂ ملکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل

ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب!
جل گئی مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دل

حُسن کا گنجِ گرانمایہ تجھے مل جاتا
تو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل!

عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی! مرا کاشانۂ دل

اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
دل کسی اور کا دیوانہ، میں دیوانۂ دل

تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں! اس کو
رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے
وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

علامہ اقبال کے ان اشعار کو درج ذیل آیت واحادیث کی روشنی میں پڑھیے

- فَاِنَّهَا لَاتَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ O (46:22)
  ''بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجاتے ہیں۔''

- أَلَا وَ اِنَّ فِى الۡجَسَدِ مُضۡغَةً اِذَا صَلَحَتۡ صَلَحَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ، أَلَا وَ هِىَ الۡقَلۡبُ (متفق علیہ عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)
  ''اورسنو! بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہوتو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتو سارا جسم خراب ہوتا ہے، اورسنو! وہ دل ہے''۔

- اِنَّ هٰذِهِ الۡقُلُوۡبَ تَصۡدَأُ كَمَا يَصۡدَأُ الۡحَدِيۡدُ اِذَا اَصَابَهُ الۡمَاءُ...... (بیہقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)
  ''بے شک ان دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے جب اس کو پانی لگ جائے......''

- مَا وَسِعَنِىۡ أَرۡضِىۡ وَلَا سَمَائِىۡ وَلٰكِنۡ وَسِعَنِىۡ قَلۡبُ عَبۡدِىَ الۡمُؤۡمِنِ (احیاء علوم الدین)
  ''میں نہ زمین میں سما سکا نہ آسمان میں، البتہ اپنے مومن بندے کے دل میں میری سمائی ہوگئی''۔

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

کے قیام کا مقصد

منبعِ ایمان ـــ اور ـــ سرچشمۂ یقین

قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی

وسیع پیمانے پر ـــ اور ـــ اعلیٰ علمی سطح

پر تشہیر و اشاعت ہے

تا کہ اُمتِ مُسلمہ کے فہیم عناصر میں

تجدیدِ ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور شاید اس طرح رسالتِ محمدی ﷺ کی منطقی انتہاء یعنی

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ـــ اور ـــ غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہ (القرآن)

اَلحَمدُ لِلّٰہ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی مطبوعات

- خیریت تعلّم و تعلیم قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں 16/-
- جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (1910ء۔2010ء) 300/-
- یاجوج ماجوج؟ 220/-
- 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ اوّل) 120/-
- 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ دوم) 130/-
- 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ سوم) 120/-
- 21 اسلامی انقلابی شخصیّات (مکمّل) 380/-
- صہیونیّت قرآن مجید کے آئینے میں 425/-
- 10 علاماتِ قیامت حدیث مبارکہ کی وضاحت 165/-
- درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟ 120/-
- اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول 50/-
- اسلامی نظریہ اور ریاستِ پاکستان 45/-
- تعمیرِ سیرت و کردار 450/-
- قرآن مجید کے حقوق 40/-

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ 047-7630861 047-7630863